قارئین خالد کے لئے
محبت بھری دعاؤں
کے ساتھ!
لندن
18-9-96

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

احمدی نوجوانوں کیلئے

ماہنامہ خالد ربوہ

اکتوبر ۱۹۹۶ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد 44 شمارہ 12

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ خالد ربوہ

اخاء 1375 ہش
اکتوبر 1996ء

★★★★

ایڈیٹر:
سید مبشر احمد ایاز

فہرست مضامین

رابطہ آفس: دفتر ماہنامہ "خالد" دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

قیمت۔/5 روپے ★ سالانہ۔/50 روپے

مینجر: مبارک احمد خالد

پبلشر: مبارک احمد خالد۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

خدام الاحمدیہ کا قیام اور ہماری ذمہ داریاں

(طارق محمود صاحب ناصر۔ دارالصدر شمالی ربوہ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

مندرجہ بالا الفاظ ہیں بانی مجلس خدام الاحمدیہ سیدنا حضرت مصلح موعود مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے۔ حضرت مصلح موعود کے اس ارشاد کو کبھی بھی فراموش نہ کریں اور ہمیشہ اس بنیادی فرمان کو مدنظر رکھیں۔ حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل 1938ء بمقام بیت اقصیٰ قادیان میں خدام الاحمدیہ کے متعلق فرمایا:۔

"میں نے متواتر جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نئی نسلیں جب تک اس دین اور ان اصولوں کی حامل نہ ہوں اس سلسلہ کا ترقی کی طرف کبھی بھی صحیح معنوں میں قدم نہیں اٹھ سکتا"۔

خدام الاحمدیہ کا قیام

۱۹۳۸ء کا سال جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ ایک طرف تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ رفقاء جو ستاروں کی مانند تھے ایک ایک کرکے اس عالم فانی سے رخصت ہو رہے تھے اور دوسری طرف جماعت کی مخالفت میں بے شمار تحریکیں پوری قوت و طاقت کے ساتھ سر اٹھا رہی تھیں اور قادیان میں جماعت کے نظام خلافت پر حملہ کرنے کی کوشش ہو رہی تھی۔ اس وقت سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی..... نے ان خطرناک اور خوفناک ایام کو اپنی روحانی فراست سے بھانپ لیا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت غلبہ دین حق کے لئے جن عظیم الشان تحریکات کی بنیاد رکھی ان میں ۱۹۳۸ء کے آغاز میں نہایت اہم اور بنیادی تحریک مجلس خدام الاحمدیہ ہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ نوجوانوں کی روحانی تنظیم ہے۔ اس تنظیم میں پندرہ سے چالیس سال تک کی عمر کے ہر مبائع کا شامل ہونا لازمی ہے۔ اس تنظیم کا رکن "خادم" کہلاتا ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر نگرانی سات سے پندرہ سال تک کی عمر کے بچوں کی الگ تنظیم مجلس اطفال الاحمدیہ کے نام سے قائم ہے جس کے ہر رکن کو طفل کہتے ہیں۔ ان دونوں مجالس کے جملہ امور کے نگران اعلیٰ صدر مجلس خدام الاحمدیہ ہیں جو دستور اساسی اور حضرت امام جماعت احمدیہ کی ہدایات کے مطابق اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ بانی مجلس خدام

الاحمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس مجلس کی بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری طرف سے (دشمن کے) ان حملوں کا کیا جواب دیا جائے گا۔ ایک ایک چیز کا اجمالی علم میرے ذہن میں موجود ہے اور اسی کا ایک حصہ خدام الاحمدیہ ہے اور درحقیقت یہ روحانی ٹریننگ اور روحانی تعلیم و تربیت ہے..... آج نوجوانوں کی ٹریننگ کا زمانہ ہے اور ان کی تربیت کا زمانہ ہے اور ٹریننگ کا زمانہ خاموشی کا زمانہ ہوتا ہے۔ لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ کچھ نہیں ہو رہا مگر جب قوم تربیت پاکر عمل کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے تو دنیا انجام دیکھنے لگ جاتی ہے۔ درحقیقت ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اٹھنے پر اٹھے اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے"۔

(تاریخ احمدیت جلد ۸ صفحہ نمبر ۴۴۵)

خدام الاحمدیہ کے قیام کا مقصد

بانی مجلس خدام الاحمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خدام الاحمدیہ کے قیام کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسل دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولادوں کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں ان کی اولادوں کے دلوں میں یہاں تک کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے۔ ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔ اگر ایک یا دو نسلوں تک محدود رہی تو کبھی ایسا پختہ رنگ نہ دے گی جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے"۔

(الفضل ۱۷ فروری ۱۹۳۹ء صفحہ ۳)

خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل ۱۹۳۸ء بمقام بیت اقصیٰ قادیان میں حضور نے فرمایا:۔

"..... میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ تحریک جدید کے اصول پر کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ نوجوانوں کے اخلاق کی درستی کریں۔ انہیں اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی ترغیب دیں۔ سادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کریں۔ دینی علوم کے پڑھنے اور پڑھانے کی طرف توجہ کریں اور ان نوجوانوں کو اپنے اندر شامل کریں جو واقعہ میں کام کرنے کا شوق رکھتے ہوں..... میں چاہتا ہوں کہ باہر کی جماعتیں بھی اپنی اپنی جگہ خدام الاحمدیہ نام کی مجالس قائم کریں۔ یہ ایسا ہی نام ہے جیسے لجنہ اماء اللہ۔ لجنہ اماء اللہ کے معنی ہیں اللہ کی لونڈیاں اور خدام الاحمدیہ سے مراد بھی یہی ہے کہ احمدیت کے خادم۔ یہ نام انہیں یہ بات بھی ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا کہ وہ خادم ہیں مخدوم نہیں...."۔

اسی خطبہ میں حضور مزید فرماتے ہیں:۔

"اسی طرح وہ خدمت خلق کے کام کریں اور خدمت خلق کے کام میں یہ ضروری نہیں کہ مسلمان غریبوں اور مسکینوں اور بیواؤں کی خبر گیری کی جائے بلکہ اگر ایک ہندو یا سکھ یا عیسائی یا کسی اور مذہب کا پیرو کسی دکھ میں مبتلا ہے تو تمہارا فرض ہے کہ اس کے دکھ کو دور کرنے میں حصہ لو۔ کہیں جلسے ہوں تو اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کرو..... مجلس خدام کے ارکان اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنی زندگی کو کارآمد بنائیں گے اور سلسلہ کے درد کو اپنا درد سمجھیں گے۔ مجلس خدام الاحمدیہ میں جو بھی شامل ہو وہ اقرار کرے کہ میں آئندہ یہی سمجھوں گا کہ احمدیت کا ستون میں ہوں اور اگر میں ذرا بھی ہلا اور میرے قدم ڈگمگائے تو میں یہ سمجھوں گا کہ احمدیت پر زد آگئی...... اگر تم بھی یہ سمجھنے لگو کہ ہمارے پیچھے (دین) کا چہرہ ہے اور (دین) اور محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو نہیں بلکہ ایک ہی ہیں تو تم بھی ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم ہو جاؤ اور تم بھی ہر وہ تیر جو (دین) کی طرف پھینکا جاتا ہے اپنے ہاتھوں اور سینوں پر لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

پس یہ مت خیال کرو کہ تمہارے ممبر کم ہیں یا تم کمزور ہو۔ بلکہ تم یہ سمجھو کہ ہم جو خادم احمدیت ہیں ہمارے پیچھے (دین) کا چہرہ ہے۔ تب بے شک تم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی طاقت ملے گی جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ پس تم اپنے عمل سے اپنے آپ کو مفید وجود بناؤ۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرو۔ نہ صرف اپنے مذہب کے غریبوں اور مسکینوں کی بلکہ ہر قوم کے غریبوں اور بے کسوں کی تا دنیا کو معلوم ہو کہ احمدی اخلاق کے کتنے بلند ہوتے ہیں"۔

(الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۳۸ء)

۱۸ نومبر کو خطبہ جمعہ میں حضرت مصلح موعود نے خدام الاحمدیہ کو تحریک جدید کی فوج قرار دیتے ہوئے یہ عظیم الشان پیش خبری عطا فرمائی:۔

"مجالس خدام الاحمدیہ کے نوجوانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے کام کے اثرات صرف موجودہ زمانہ کے لوگوں تک ہی محدود نہیں رہیں گے بلکہ اگر وہ اسی خوش دلی اور اخلاص کے ساتھ کام جاری رکھیں گے تو آئندہ نسلوں تک ان کے نیک اثرات جائیں گے ان کا نام لے کر آئندہ آنے والی نسلوں کا دل خوشی سے بھر جائے گا اور وہ ان کی ترقی مدارج کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں گے۔

لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ جس کام کو شروع کریں اسے استقلال سے کرتے چلے جائیں۔ جو شخص بھی اس جدوجہد میں کھڑا ہو گا وہ گر جائے گا اور سلامت وہی رہے گا جو اپنے قدم کی تیزی میں کمی نہیں آنے دے گا۔ مجلس خدام الاحمدیہ تحریک جدید کی فوج ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ لوگ زیادہ سے زیادہ اس فوج میں داخل ہوں گے اور اپنی

عملی جدوجہد سے ثابت کردیں گے کہ انہوں نے اپنے فرض کو سمجھا ہوا ہے"۔

(الفضل ۲۴ نومبر ۱۹۳۸ء)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"قوم کے نوجوانوں کے اندر بیداری اور ہوشیاری پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر جگہ مجلس خدام الاحمدیہ قائم کی جائے اور اس میں ایسے نوجوان شامل کئے جائیں جو عملی رنگ میں اپنی ایسی اصلاح کرنے کے لئے تیار ہوں کہ ان کا وجود دوسروں کے لئے نمونہ بن جائے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۸ء)

خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریاں

حضور خدام الاحمدیہ کو ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"قوموں کی کامیابی کے لئے کسی ایک نسل کی درستی کافی نہیں ہوگی۔ جو پروگرام بہت لمبے ہوتے ہیں وہ اسی وقت کامیاب ہوسکتے ہیں جب کہ متواتر کئی نسلیں ان کو پورا کرنے میں لگی رہیں"۔

(مشعل راہ صفحہ ۷۹)

پھر مزید فرماتے ہیں:۔

"جب تک تم اپنے اندر تبدیلی پیدا نہیں کرتے جب تک تم اپنے اعمال سے یہ بتا نہیں دیتے کہ اب تم وہ نہیں رہے جو پہلے ہوا کرتے تھے بلکہ تم تمام محنت کرنے والوں سے زیادہ محنت کرنے والے ہو اور تمام قربانی کرنے والوں سے بڑھ کر قربانی کرنے والے ہو۔ تم زمین کی نہیں بلکہ آسمان کی مخلوق ہو اس وقت تک تم دنیا میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرسکتے"۔ (مشعل راہ صفحہ 570)

پھر فرماتے ہیں:۔

"وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو لیکن کہنے والا انہیں کہے گا جاؤ تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ نہیں کی تھی اس لئے تمہیں بھی اب اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔

پس اس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سو حرج کرکے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا"۔

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۶ء صفحہ ۲۴)

سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی بانی مجلس خدام الاحمدیہ نے ایسے نوجوانوں کی تلاش ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:۔

☆ کیا آپ محنت کرنا جانتے ہیں؟ اتنی محنت کہ تیرہ چودہ گھنٹے دن میں کام کر سکیں!

☆ کیا آپ سچ بولنا جانتے ہیں؟ اتنا سچ کہ کسی صورت میں آپ جھوٹ نہ بول سکیں۔ آپ کے سامنے آپ کا گہرا دوست اور عزیز بھی جھوٹ نہ بول سکے۔ آپ کے سامنے کوئی اپنے جھوٹ کا بہادرانہ قصہ سنائے تو آپ اس پر اظہار نفرت کئے بغیر نہ رہ سکیں۔

☆ کیا آپ جھوٹی عزت کے جذبات سے پاک ہیں؟ گلیوں میں جھاڑو دے سکتے ہیں۔ بوجھ اٹھا کر گلیوں میں پھر سکتے ہیں۔ بلند آواز سے ہر قسم کے اعلان بازاروں میں کر سکتے ہیں۔ سارا سارا دن پھر سکتے ہیں اور ساری ساری رات جاگ سکتے ہیں۔

☆ کیا آپ اعتکاف کر سکتے ہیں؟ جس کے معنی ہوتے ہیں (الف) ایک جگہ دنوں بیٹھ رہنا۔ (ب) گھنٹوں بیٹھے وظیفہ کرتے رہنا۔ (ج) گھنٹوں اور دنوں کسی انسان سے بات نہ کرنا۔

☆ کیا آپ سفر کر سکتے ہیں؟ اکیلے اپنا بوجھ اٹھا کر بغیر اس کے کہ آپ کی جیب میں کوئی پیسہ ہو۔ دشمنوں اور مخالفوں میں، ناواقفوں اور نا آشناؤں میں، دنوں ہفتوں، مہینوں۔

☆ کیا آپ میں ہمت ہے کہ سب دنیا کہے نہیں اور آپ کہیں ہاں۔ آپ کے چاروں طرف لوگ ہنسیں اور آپ سنجیدگی قائم رکھیں۔ لوگ آپ کے پیچھے دوڑیں، اور کہیں ٹھہر تو جا ہم تجھے ماریں گے اور آپ کا قدم بجائے دوڑنے کے ٹھہر جائے اور آپ اس کی طرف سر جھکا کر کہیں لو مار لو۔ آپ کسی کی نہ مانیں کیونکہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں مگر آپ سب سے منوالیں کیونکہ آپ سچے ہیں۔

☆ آپ یہ نہ کہتے ہوں کہ میں نے محنت کی مگر خدا تعالیٰ نے مجھے ناکام کر دیا بلکہ ہر ناکامی کو اپنا قصور سمجھتے ہوں۔ آپ یقین رکھتے ہوں کہ جو محنت کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے اور جو کامیاب نہیں ہوتا اس نے محنت ہرگز نہیں کی۔

اگر آپ ایسے ہیں تو آپ اچھا "مربی" اور اچھا تاجر ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ مگر آپ ہیں کہاں؟ خدا کے ایک بندہ کو آپ کی دیر سے تلاش ہے۔ اے احمدی نوجوان اٹھ! ڈھونڈ اس شخص کو اپنے صوبہ میں، اپنے شہر میں، اپنے محلّہ میں، اپنے گھر میں، اپنے دل میں!!

(مرزا محمود احمد المصلح الموعود)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ایسے ہی خدام بنادے جیسا حضرت مصلح موعود کی خواہش تھی لیکن ہم سب کو اس کے لئے خوب جدوجہد اور دعا کرنی پڑے گی۔ کیونکہ ؎

کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دور
اے مرے اہل وفا سست کبھی گام نہ ہو

مضامین لکھتے وقت حوالہ جات ضرور درج کیا کریں

ماہنامہ خالد اور ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ
کی
قیمت میں اضافہ

اخباری کاغذ کی قیمت و دیگر اخراجات میں اضافہ کی وجہ سے ملکی اخبارات اور رسائل کی قیمتوں میں اضافہ ہو چکا ہے۔ گرانی کے پیشِ نظر مجبوراً ماہنامہ خالد اور ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ کے سالانہ چندہ میں بھی یکم نومبر ۱۹۹۶ء سے اضافہ کیا جا رہا ہے نئی قیمتیں درج ذیل ہوں گی :۔

اندرونِ پاکستان

سالانہ چندہ :۔ -/۶۰ ساٹھ روپے

ماہوار فی پرچہ :۔ -/۶ چھ روپے

نیز اشتہارات کے نرخ میں بھی معمولی اضافہ کیا گیا ہے اور آئندہ سے نرخ درج ذیل ہوں گے :۔

رسالے کا اندرونی پورا صفحہ :۔	-/۱۶۰۰	سولہ صد روپے
" " " ½ صفحہ :۔	-/۸۰۰	آٹھ صد روپے
" " " ¼ صفحہ :۔	-/۴۰۰	چار صد روپے
" " ٹائیٹل صفحہ ۴ :۔	-/۴۰۰۰	چار ہزار روپے
" " " صفحہ ۳ :۔	-/۳۰۰۰	تین ہزار روپے

خریداران سے درخواست ہے کہ حسبِ سابق تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان ربوہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عباداتِ الٰہیہ

(مکرم سلیم الدین صاحب مربی سلسلہ)

عبادت عربی زبان کا لفظ ہے اور عربی زبان کی یہ خصوصیت یاد رکھنے کے لائق ہے اور یہ اس کے ام الالسنہ ہونے کیلئے ایک زبردست دلیل ہے کہ جو لغت کسی چیز کیلئے وضع کی گئی ہے اس چیز یا اس امر کی حقیقت بھی اسی لغت میں بیان کی ہوئی ہوتی ہے۔ لفظ عبادت کا ماضی عبد ہے۔ اور اس کے مندرجہ ذیل معنی ہیں۔

طَاعَ لَهٗ وَ خَضَعَ وَذَلَّ وَخَدَمَهٗ وَالْتَزَمَ شَرَائِعَ دِیْنِهٖ وَوحده (اقرب الموارد)

یعنی اس کی اطاعت کی اس کے حکم کے آگے سر کو جھکایا اور اس کی خدمت کی اور اس کے دین کے احکام پر مستقل طور پر عمل کرنے لگا اور اس کی توحید کا اقرار کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی تصنیف "ایام الصلح" میں عبادت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبد بھی ہے اور اس لئے خدا نے عبد نام رکھا کہ اصل عبودیت کا خضوع اور ذل ہے اور عبودیت کی حالت کاملہ وہ ہے جس میں کسی قسم کا غلو اور بلندی اور عجب نہ رہے اور صاحب اس حالت کا اپنی عملی تکمیل محض خدا کی طرف سے دیکھے اور کوئی ہاتھ درمیان نہ دیکھے۔ عرب کا محاورہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مَوْرٌ مُعَبَّدٌ وَ طَرِیْقٌ مُعَبَّدٌ جہاں راہ نہایت درست اور نرم اور سیدھا کیا جاتا ہے۔ اس راہ کو طَرِیْقٌ مُعَبَّدٌ کہتے ہیں۔ پس آنحضرت اس لئے عبد کہلاتے ہیں کہ خدا نے محض اپنے تصرف اور تعلیم سے ان میں عملی کمال پیدا کیا اور ان کے نفس کو راہ کی طرح اپنی تجلیات کے گزر کیلئے نرم اور سیدھا اور صاف کیا اور اپنے تصرف سے وہ استقامت جو عبودیت کی شرط ہے ان میں پیدا کی"

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 395)

عبادت اور خدا سے محبت کا جوش اللہ تعالیٰ نے انسانی قلوب میں خود اپنے ہاتھ سے رکھا ہے۔ اگر عبادات کا طریق درست ہو اور محرکات میں سے بہترین محرک کار فرما ہو تو تب ہی کوئی شخص مسابقت کے اس میدان میں اول آسکتا ہے اور ہمیں آج یہ ثابت کرنا ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ فخر الاولین والاخرین سید دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے محبت کے اس میدان میں سب سے اول رہے۔ اول ہیں اور اول رہیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

سرور خاصان حق شاہ گروہ عاشقاں
آنکہ روحش کرد طے ہر منزل وصل نگار

صوفیا نے دنیا سے قطع تعلق کرنے اور خدا کیطرف بڑھنے کا نام صعود رکھا ہے اور اب جس نسبت سے محرکات صعود قوی ہونگے اسی نسبت سے بلندی کا برتر مقام اسے حاصل ہوگا۔ یہانتک کہ وہ قرب کی آخری منزل تک جا پہنچے گا۔ ترک دنیا اور فقر خود اختیاری کے موجبات میں سے ایک امنگ کا کم ہونا ہو سکتا ہے دوسرا نعمائے دنیا سے بیزاری ہو سکتا ہے عدم ضرورت بھی طبیعت میں قناعت پیدا کر دیتی ہے۔ بالبداہت یہ موجبات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں کار فرما نہ تھے۔ ایک اور موجب کسی کی محبت ہے۔ محبت انسان کو ہر نعمت سے بے نیاز کر کے رکھ دیتی ہے۔ یہ محبت اگر کسی ایسے وجود سے ہو جو سب حسینوں کا حسین اور بادشاہوں کا بادشاہ اور کبھی غروب نہ ہونے والا ہو تو پھر دنیا کی کوئی نعمت بھی اس کے عاشق کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتی۔

آنحضور ﷺ ابھی بچے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک سے دنیا کی ملونی دھو کر اس میں صرف اور صرف اپنی محبت بھر دی تھی۔ پس آپ کی سیر چشمی، طہارت نفس، دنیا سے بے نیازی سارے جہان سے پیار صرف اور صرف ایک ہی وجہ سے تھا کہ آپ نے کسی حسین ترین دلبر کسی جان جہاں کسی نور الانوار کے چہرے کو دیکھ لیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ اغیار نے بھی بے اختیار ہو کر کہا کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ اور اس دور میں ڈاکٹر اسپرنگر جیسا عیسائی بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ

"جس کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا اور جس کو نکلتے ہوئے آفتاب اور برستے ہوئے پانی اور اگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا ید قدرت نظر آتا تھا اور غرض رعد و آواز آب و طیور کے نغمہ حمد الٰہی میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتی تھی اور سنسان جنگلوں اور پرانے شہروں کے کھنڈروں میں خدا ہی کے آثار دکھائی دیتے تھے۔" (لائف آف محمد صفحہ 89 الہ آباد)

ایک دن بھی بتوں کیطرف توجہ نہ دینا، ان سے ہر قسم کی بیزاری کا اعلان کرنا اور توحید خالص کا قائل رہنا یہ ماحول کا نتیجہ ہرگز نہ ہو سکتا تھا کیونکہ آپ جس ماحول میں رہ رہے تھے وہ بتوں اور بت پرستوں کی آماجگاہ تھا۔ ہر غیر متعصب انسان اس امر کا اقرار کرنے پر مجبور ہے کہ آپ میں یہ چیز ماحول کا نتیجہ نہ تھی بلکہ کسی دلبر و دلستان کی چہرہ نمائی نے یہ حالت کر رکھی تھی۔ ہمارے آقا مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات کا محرک شروع سے ہی عشق الٰہی تھا۔

نزول وحی سے پہلے حضور کے متعلق ثابت ہے کہ آپ ایک لمبا عرصہ گھر سے سات سات دن کا زاد لیکر مکہ مکرمہ سے دور ایک غار میں تشریف لے جاتے اور تنہا وہاں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ خدائے واحد و یگانہ کے حضور اپنے دل کی ساری کیفیات بیان فرماتے۔ اپنے ماحول میں شرک کی ناپاکی کو دیکھ کر مخلوق خدا کیلئے دل میں جو تڑپ پیدا ہوتی تھی اسے خدا کے حضور پیش فرماتے۔ آپ کی اس قلبی کیفیت کو آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

روح او در گفتن قول بلیٰ اول کسے
آدم توحید و پیش از آدمش پیوند یار

یعنی آپ کی روح قولِ بَلٰی کہنے میں سب سے اول تھی آپ توحید کے آدم تھے اور آدم سے بھی پہلے یار سے آپ کا پیوند تھا۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ درد اور اندوہ و غم کس درجہ کا تھا جو آپ کو حزین و دلفگار بنا کر اس غار میں لے جاتا تھا۔ حضور کو نہ تاریکی سے وحشت ہوتی نہ تنہائی سے کوئی ہراس ہوتا خلق خدا کیلئے اس غار میں خدا کے حضور پر درد نعرے مارتے۔ دن رات آپ کا کام خدا کے حضور تضرع ہو گیا۔ اس عجز اور دعا سے آسمان پر ایک شور پڑ گیا اور خود فرشتوں کی آنکھیں محمد ﷺ کے غم سے اشکبار ہو گئیں۔ آخر حضور کے اس عجز اور مناجات اور تضرع کے طفیل خدا کی نگاہ لطف اس عالم تاریک و تار پر پڑی۔ خدا کو ملنے کے لئے بے انتہا تڑپ اور مخلوق خدا کی ہمدردی کیلئے بے انتہا بے قراری یہ دو شدید جذبات تھے جو حضور کو اس غار کی تنہائیوں میں لے جاتے۔ خدا تعالیٰ سے ملنے کی اس بے انتہا تڑپ کو خدا تعالیٰ نے خود اس طرح بیان فرمایا وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ یعنی شوق ملاقات نے تجھ پر ایک شدید بے خودی کی کیفیت طاری کر دی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر ہم نے تجھے اپنی طرف بلا لیا۔ ان پر درد دعاؤں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے مقبول دعا کرنے کی راہ بتلائی۔ یعنی حضور پر نماز اور اس کے احکام نازل فرمائے تاکہ ان پر عمل کر کے سالک اپنے محبوب کو پا کر اس کے نقوش اپنا لے۔ عبادت میں بنیادی اور اولین عبادت نماز ہے اور یہ مومن کا معراج ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"صلوٰۃ اصل میں آگ میں پڑنے اور محبت الٰہی اور خوف الٰہی کی آگ میں پڑ کر اپنے آپ سے جل جانے اور ماسوی اللہ کو جلا دینے کا نام ہے اس حالت کا نام ہے کہ صرف خدا ہی خدا اس کی نظر میں رہ جاوے اور انسان اس حالت تک ترقی کر جاوے کہ خدا کے بلانے سے بولے اور خدا کے چلانے سے چلے۔ اس کی کل حرکات اور سکنات اس کا فعل اور ترک فعل سب ہی اللہ کی مرضی کے مطابق ہو جاوے۔ خودی دور ہو جاوے"۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 590)

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ یعنی مال اور اولاد کی بجائے آپؐ کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔ آپؐ کی نماز میں جو سوز و درد ہوتا اس کا ذکر حدیث میں یوں آتا ہے۔

عن عبدالله بن الشخير عن ابيه قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ هُوَ يُصَلِّيْ وَ لِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ۔

(شمائل الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن شخیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نبی کریمؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے اور آپؐ کے سینے سے رونے کی وجہ سے ہنڈیا کے ابلنے کی طرح آوازیں آ رہی تھیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضورؐ کی باری میرے ہاں تھی۔ ایک تاریک رات میں حضورؐ نصف شب کے قریب اٹھے۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دیکھوں کہ حضورؐ کہاں جاتے ہیں۔ حضورؐ اٹھے اور سیدھے قبرستان میں تشریف لے گئے اور نوافل پڑھنے شروع کر دیئے۔ قیام اور رکوع کے بعد آپؐ سجدے میں گر گئے۔ اس

وقت آپ کا سینہ ہنڈیا کی طرح ابل رہا تھا اور آپ یہی فرماتے جاتے تھے اَللّٰهُمَّ سَجَدَتْ لَكَ رُوْحِيْ وَ جَنَانِيْ۔ اَللّٰهُمَّ سَجَدَتْ لَكَ رُوْحِيْ وَ جَنَانِيْ۔ اشکوں کا سیلاب تھا جو آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔ آپ کا دل تو ازل سے پاک تھا۔ ان آنسوؤں نے اس وقت کے سارے عرب کو پاک کر دیا اور وہ عرب جو وقت مقرر کر کے شراب پیا کرتے تھے وہ اب توحید خالص کے داعی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تتبع میں وقت مقرر کر کے غم سے بھری ہوئی راتوں میں خدا کے حضور حاضر ہو کر اس سے محبت کی بھیک مانگتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

تَرَكُوا الْغَبُوْقَ وَ بَدَّلُوْا مِنْ ذَوْقِهٖ
ذَوْقَ الدُّعَاءِ بِلَيْلَةِ الْاَحْزَانِ

23 سال تک دن اور رات کا ایک ایک لمحہ حضور کا نمازوں اور دعاؤں میں گزرا۔ ایک رات حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور سجدہ میں پڑ گئے۔ اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں حضور نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد نہ کر دی ہو۔ میں بے چینی سے اٹھی پاؤں کو ہاتھ لگایا اور دیکھا کہ حضور فرما رہے تھے اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔

حضور اپنی راتیں اس طرح پاؤں پر کھڑے حالت قیام میں گزار دیتے کہ پاؤں اور پنڈلیاں سوج جاتیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق عبادت کا اندازہ تو اس وقت ہوتا ہے کہ ہر طرف سے تیر پڑ رہے ہیں نفسا نفسی کا عالم ہے خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے۔ تیغ و خنجر کی چمک سے آنکھیں چندھیا رہی ہیں۔ اس وقت بھی نہایت اطمینان قلب اور خشوع و خضوع سے یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں احکام بھی دے رہے ہیں اور خدا کا ذکر بھی زبان سے جاری ہے۔ ایک طرف سپاہیوں کے ساتھ دشمن کے سامنے سینہ سپر ہوئے۔ دوسری طرف سالار اعظم کی جبین نیاز زمین بوس ہوتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا کے مقابل پر عبادت کرنے والوں کو ھلاک ہونے دے۔ یہی وہ مرکزی نقطہ تھا جس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن دعا کے لئے اختیار کیا جب ایسی نازک حالت تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ چند لمحوں کے اندر دشمنوں کی قوی فوج چند بیچارے نہتے اور کمزور مسلمانوں کو تہہ تیغ کر کے رکھ دے گی۔ اس وقت بظاہر یہی نظر آ رہا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفان نے آپ کو یہ گر سکھایا کہ آج سب سے مقبول دعا وہ ہوگی جس میں عبادت کا حوالہ دیا جائے گا۔ اس دن آپ نے خدا کے حضور روتے ہوئے یہ عرض کیا کہ اے خدا اگر آج تو نے اس کمزور سی جماعت کو ہلاک ہونے دیا تو پھر قیامت تک تیری عبادت نہیں کی جائیگی۔ کیونکہ عبادت کرنے والے میں نے تیار کئے تھے اور میں نے عبادت کے گر تجھ سے سیکھے تھے۔ کبھی کسی عبادت کرنے والے نے تیری ایسی عبادت نہیں کی تھی جیسی محبت اور پیار اور عشق کے ساتھ میں نے کی۔ یہ لوگ میرے پروردہ ہیں۔ انہیں عبادت کے راز میں نے سکھائے ہیں اے خدا اگر آج تو انہیں مٹنے دے گا تو کون ہے پھر جو تیری عبادت کرے گا۔ اس میں دھمکی نہیں تھی (نعوذ باللہ) اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ

بھی عشق کا اظہار تھا کہ میرا دل برداشت نہیں کر سکتا کہ دنیا تیری عبادت سے خالی ہو جائے میری اتنی محنت ہے میں نے اس رستہ میں اپنا خون بہایا تیری راہ میں تکلیفیں اٹھائیں کیوں؟ اس لئے کہ عبادت کرنے والے پیدا ہوں۔

خدا نے اس دعا کو کس طرح سنا۔ ان چند لوگوں کو یہ قوت عطا فرمائی کہ انہوں نے سارے مکہ کے جگر کاٹ کر پھینک دئے۔ اسلام کی فتح کی داغ بیل بدر کے دن ڈال دی گئی بہت ہی عظیم الشان دن تھا لیکن عبادت کے زور پر جیتا گیا۔ حضرت اقدس محمدؐ کی یہی وہ عارفانہ دعا تھی جس نے اس دن کی کایا پلٹ دی"۔

جنگ احزاب کے دوران ایک دن حملہ اتنا شدید ہو گیا کہ مسلمانوں کی بعض نمازیں وقت پر ادا نہ ہو سکیں جس کا آنحضورؐ کو اتنا غم ہوا کہ آپ نے فرمایا مَلَأَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ نَارًا سخت سے سخت بیماری کی حالت میں بھی یاد خداوندی آپ کے ذہن سے محو نہیں ہوئی

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ نے بیماری کی حالت میں پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔ ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے لئے پانی رکھو ہم نے پانی رکھا آپ نے وضو کیا پھر چلنا چاہا تو بیہوش ہو گئے پھر ہوش میں آئے تو پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔ ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا میرے لئے پانی رکھو۔ پانی رکھا گیا آپ نے وضو کیا پھر چلنے لگے تو بیہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔ ہم نے کہا نہیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے لئے پانی رکھو ہم نے پانی رکھا آپ نے وضو کیا پھر اٹھنا چاہا تو بیہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کیلئے کہلوا دیا۔

حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نماز کے لئے کھڑے ہوتے یہاں تک کہ حضورؐ کے پاؤں اور پنڈلیاں متورم ہو جاتیں۔ حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حضورؐ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جنت کا وعدہ کر لیا ہے؟ تو حضور نے فرمایا۔ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا کہ کیا میں اپنے مولا کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا کے مطابق حضورؐ نماز تہجد کو نفس پر قابو پانے، عظیم الشان عزم پیدا کرنے اور خدا کے وصال کا بہت بڑا ذریعہ بیان کرتے اور خود بھی آپ کی نماز تہجد بعض اوقات اتنی لمبی ہوتی کہ نوجوان بھی آپ کے ساتھ کھڑے نہ ہو سکتے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہؐ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو گیا تو آپ نے اتنی دیر قیام کیا کہ میں نے ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی کریمؐ کو اکیلے کھڑا رہنے دوں۔

پس وہ دل جو تریسٹھ سال دھڑکتا رہا بس ایک ہی یاد تھی جس کے لئے یہ دل دھڑکتا تھا۔ ہر وقت آپ کا دل یاد خداوندی سے معمور رہتا۔ وہ نوافل جو انسان کو خدا کا مقرب بنا دیتے ہیں اگر عام مومن کے لئے بھی یہ اس درجہ تقرب بخش ہیں تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا کیا مقام ہو گا۔ اس

کا اندازہ کرنا محال ہے دراصل خدا تعالیٰ کی طرف صعود کی ہر منزل کے چڑھنے کیلئے نماز اور دعا ہی کی تپش درکار ہے اس تپش کو اللہ تعالیٰ نے اس درجہ قبول کیا کہ فرمایا۔

انا اعطینا ک الکوثر آپ کی زبان ہر وقت' ہر لحہ ذکر خداوندی سے تر و تازہ رہتی تھی آپ کی زندگی کا کوئی ایسا لمحہ نہیں جس میں آپ خدا تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوئے ہوں ہر آن اپنے پیارے کو یاد کرتے رہے۔ سوتے تو تب اس کا نام لیکر اور اٹھتے تو بھی اسی کو یاد کرتے۔ کسی مکان کے اندر داخل ہوتے تو دعا فرماتے باہر نکلتے تو یاد خداوندی کے ساتھ۔ مسجد میں جاتے ہی ذکر الٰہی کیلئے ہیں۔ لیکن آپ مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی ذکر الٰہی کرتے اور باہر نکلتے ہوئے بھی۔ کھانا کھاتے تو دعا کرتے۔ حوائج ضروریہ کیلئے تشریف لے جاتے تو بھی دعا کرتے۔ نیا کپڑا پہنتے تو بھی اس کی حمد کے ساتھ اور بستر استراحت پر بھی یاد الٰہی کے ساتھ ہی تشریف لے جاتے۔ مصائب و مشکلات میں بھی اسی کو پکارنے کیطرف توجہ دلائی۔ اور آئینہ دل کی صفائی کے لئے استغفار کا پانی تجویز فرمایا۔

ان سارے اذکار اور دعاؤں کے علاوہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا اور اس کے خاتمے پر الحمدللہ کا پڑھنا ہر تعجب انگیز اور بڑے کام پر سبحان اللہ کہنا۔ ہر مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہ پڑھنا۔ مکروہ بات پر لَا حَوْلَ کہنا اور گناہوں کی تحریک پر استغفراللہ کہنا اور شیطانی روکوں سے بچنے کیلئے اعوذ پڑھنے کا سبق دیا۔ غرض آپ کا کوئی وقت ایسا نہ گزرتا جب آپ دعا نہ فرماتے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَذْکُرُاللّٰہَ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ کہ آپ ہر وقت اللہ کو یاد کرتے رہتے تھے۔ احباب غور فرمائیں کہ حضور کی نمازوں اور سارے ذکر و فکر میں ایک چیز نمایاں تر اور سرفہرست نظر آتی ہے اور وہ خدا سے محبت کی بناء پر تعلق ہے۔ بیم و رجا کی ایک کیفیت ہے جو قلوب میں خود خدا تعالیٰ کی ذات سے کسی چھوٹے مقصد کیلئے پیدا نہیں ہوئی۔ صرف اور صرف ایک ہی چیز اپنے مولی سے طلب کی گئی ہے اور یہ اس کی محبت ہے۔

غرض رسول اللہ ﷺ کی نماز اور آپ کے اذکار ہی وہ براق تھا جو آپ کو دَنٰی فَتَدَلّٰی کے مقام پر لے اڑا اس براق کے پَر عشق کے پَر تھے یہ وہ مقام تھا جہاں جبرئیل کے بھی پر جلتے تھے۔ حضور ﷺ کی عبادات میں یہ امر قابل غور ہے کہ حضور ﷺ اپنی عبادت کیلئے راتوں کی تنہائیاں ڈھونڈتے اور بے قراری کو اس کمال تک پہنچاتے ہیں کہ اس کمال کیوجہ سے حضرت عائشہؓ نے آپ کی نماز کی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان، فرمایا ہے کہ لَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَ طُوْلِہِنَّ نماز حسین نہ بن سکتی تھی جب تک اس کا قیام و دوام اور اس کا خشوع و خضوع حسن کا ایک بے نظیر پیکر نہ بن جائے۔ حضور ﷺ نے ان کیفیات کو پیدا کرنے کے لئے کوئی خارجی اور مصنوعی محرک استعمال نہیں فرمایا اور نہ مومنوں کو اس کے استعمال کی اجازت بخشی۔ ہنود اور عیسائیوں کی عبادات میں نغمہ و سرود اور موسیقی کو استعمال کیا گیا ہے۔ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ کیفیت دل کے ساز اور روح کے نغمے چھیڑ کر پیدا کی ہے اس لئے اس نماز میں وہ طاقت وہ قوت تھی کہ خدا کے قرب کا اعلیٰ

"دولت مند اور متموّل لوگ دین کی خدمت اچھی طرح کرسکتے ہیں" (حضرت مسیح موعود۔۔۔۔)

ترین مقام حاصل کر گئی۔

یہ آپ کی عبادات اور عشق الٰہی کی آگ ہی تھی کہ جس نے عرب کی وحشی اور اجڈ قوم میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا کہ وہ جو حیوانوں سے بھی بدتر تھے ان کو حیوان سے انسان، انسان سے باخدا انسان اور باخدا انسان سے خدا نما انسان بنا دیا۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یکدفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔"

(برکات الدعاء روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 10-11)

دعائے مغفرت

نہایت افسوس کے ساتھ تحریر ہے کہ مکرم حافظ عبدالاعلیٰ صاحب طاہر معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے چچازاد بھائی مکرم ظہیر احمد صاحب ولد مکرم منور احمد صاحب آف کنری ضلع عمرکوٹ سندھ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۹۶ء کو اچانک دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔ مکرم ظہیر احمد صاحب کی عمر ۱۵ سال تھی اور آپ فرسٹ ائیر کے طالب علم تھے۔

احباب جماعت سے ان کی بلندیٔ درجات اور والدین اور عزیزوں کو صبر جمیل عطا ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کی خدمت میں ایم۔ٹی۔اے

انٹرنیشنل کی عالمی نشریات

شروع ہونے پر دلی مبارکباد۔

ماسٹر محمد احمد آرائیں

قائد مجلس خدام الاحمدیہ بھیرو چیچی

تحصیل کنری ضلع عمرکوٹ

ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل کی

چوبیس گھنٹے کی نشریات کے

اجراء پر عالمگیر جماعت احمدیہ

کو دلی مبارکباد۔

عادل حسین بٹ

قائد مجلس خدام الاحمدیہ بلدیہ ٹاؤن کراچی

یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل کو گلوبل بیم پر چوبیس گھنٹے کی نشریات

شروع کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب

اراکینِ عاملہ و قیادت ضلع

میرپور۔ آزاد کشمیر

(9) معارف الحدیث

ازافاضات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تاریک غار میں تین آدمیوں کی دعا

(مرتبہ: مکرم عبدالسمیع خان صاحب)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے تین آدمی سفر کے لئے نکلے۔ رات انہیں ایک غار میں بسر کرنی پڑی۔ وہ اس کے اندر آرام کر رہے تھے کہ پہاڑ سے ایک چٹان لڑھک کر غار کے منہ پر آگئی اور وہ اندر بند ہوگئے۔ انہوں نے آپس میں گفتگو کی کہ اس مصیبت سے اب صرف دعا کے ذریعہ ہی نجات مل سکتی ہے۔ آؤ اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ ان تینوں میں سے ایک آدمی نے کہا اے اللہ! میرے ماں باپ ضعیف العمر تھے اور میں اپنے اہل و عیال اور مال مویشی کو ان سے پہلے کچھ کھلانا پلانا حرام سمجھتا تھا۔ ایک دن باہر سے چارہ لانے میں مجھے دیر ہوگئی اور شام کو جلدی والدین کے سونے سے پہلے نہ آسکا۔ جب میں نے ان کے لئے دودھ دوہا اور ان کے پاس لایا تو ان کو سویا ہوا پایا۔ تب میرے دل نے ان کو جگانا پسند نہ کیا اور نہ میں نے یہ چاہا کہ ان کو کھلانے پلانے سے پہلے اپنے اھل و عیال اور مال مویشی کو کھلاؤں پلاؤں۔ پس دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں پکڑے میں اس انتظار میں کھڑا رہا کہ وہ بیدار ہوں تو ان کو دودھ پلاؤں۔ اسی انتظار میں فجر ہوگئی اور بچے بھوک کی وجہ سے میرے قدموں میں بلبلاتے رہے۔ صبح کے وقت جب وہ بیدار ہوئے تو رات کا دودھ انہوں نے پیا۔ اے میرے اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیری ہی رضا کی خاطر کیا ہے تو تو اس مصیبت کو جس میں ہم مبتلا ہیں دور کر دے اور اس پتھر کو ہٹا دے۔ اس دعا کی برکت سے تھوڑا سا پتھر سرک گیا اور کچھ راستہ بن گیا لیکن وہ ابھی اس میں سے نکل نہیں سکتے تھے۔ اب دوسرے نے کہا اے میرے اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی جس سے مجھے بہت ہی محبت تھی۔ ایسی محبت شاید ہی کوئی مرد کسی عورت سے کر سکے۔ میں نے اسے بدی کے لئے ورغلانا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا اور مجھ سے بچتی رہی۔ ایک دفعہ سخت قحط پڑا اور میری محبوبہ کو مالی دشواری پیش آئی۔ وہ مجبور ہو کر میرے پاس آئی اور مدد چاہی۔ میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ مجھے میری مرضی کرنے دے اور اپنا آپ میرے سپرد کر دے۔ وہ مجبور تھی اس لئے مان گئی۔ جب میں نے اس پر قابو پالیا اور بدی کے لئے تیار ہو گیا تو اس نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ناجائز طریقے سے اس مہر کو نہ توڑو۔ اس کی اس بات سے میں اللہ کے خوف سے کانپ اٹھا اور اس کو چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ حالانکہ اس وقت بھی وہ مجھے سب سے پیاری لگ رہی تھی۔ میں نے وہ سونے کے دینار بھی اسی کے پاس رہنے دیئے۔ اے میرے اللہ! اگر میں نے یہ اقدام صرف تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نکال جس میں ہم پھنس گئے ہیں۔ اس پر پتھر کچھ اور ہٹ گیا۔ لیکن اب بھی وہ اس غار سے نہیں نکل سکتے تھے۔ اس پر تیسرا آدمی بولا اے میرے اللہ! میں نے کچھ مزدور رکھے تھے اور کام لینے کے بعد ان کو مزدوری ادا کر دی تھی۔ البتہ ایک آدمی نے مزدوری (کم سمجھتے ہوئے) نہ لی اور (ناراض ہو کر) چلا گیا۔ میں نے اس کی یہ چھوڑی ہوئی رقم کاروبار میں لگا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت دی اور بہت نفع ہوا۔ کچھ مدت کے بعد (تنگدستی سے مجبور ہو کر) وہ شخص پھر آیا اور کہنے لگا مجھے میری وہ مزدوری دے دو (جو تم نے مقرر کی تھی) میں نے کہا یہ اونٹ، یہ گائیں، یہ بکریاں اور غلام جو تو دیکھ رہا ہے یہ سب تیری مزدوری ہیں۔ وہ کہنے لگا اللہ کے بندے! اگر مزدوری نہیں دیتے تو مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا۔ حقیقتاً یہ تیرا ہی مال ہے جو کاروبار میں تیری مزدوری لگانے سے بڑھا ہے۔ جب اسے حقیقت حال کا علم ہوا تو خوشی خوشی وہ سارا مال ہانک کر لے گیا اور کچھ بھی پیچھے نہ چھوڑا۔ اے میرے اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو اس مصیبت سے ہمیں رہائی بخش جس میں ہم مبتلا ہیں۔ اس دعا کی برکت سے بقیہ پتھر بھی سرک گیا اور تینوں خوشی خوشی باہر نکلے اور اپنی راہ لی۔

(بخاری کتاب الاجارہ باب من استاجر اجیرا)

تشریح

یہ حدیث متعدد گہرے مضامین پر مشتمل ہے۔ جن پر حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کئی مواقع پر اظہار خیال فرمایا۔ ان تمام معارف کو اجتماعی شکل میں ایک ترتیب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

(1) نیکی کی تسکین دہ یاد

قرآن کریم ایک ایسے شخص کی مثال جو دنیاوی لذتوں کی طرف دوڑ رہا ہو ایسے شخص سے دیتا ہے جو بہت پیاسا ہو مگر سراب کی طرف دوڑ رہا ہو۔ اسے دور سے پانی دکھائی دے لیکن وہ پانی نہیں نظر کا دھوکا ہو۔ وہ دوڑتا جاتا ہے یہاں تک کہ تھک کر دم توڑ دیتا ہے۔

دنیا کی تمام لذتوں کا خلاصہ اور مال یہی ہے مگر نیکی اپنے ساتھ دائمی لذت رکھتی ہے اور دینی لذتیں ہمیشہ کے لئے تسکین کا سامان بن جاتی ہیں۔ ان کی یاد انمٹ ہو جاتی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مندرجہ بالا حدیث کے حوالے سے اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"بعض ایسی نیکیاں ہیں کہ جو اپنی تکلیف کے لحاظ سے تو تھوڑی دیر رہ کر گزر گئیں مگر اپنے سکون کے لحاظ سے وہ کبھی بھی مٹتی نہیں۔ یہاں تک کہ مدتوں ان کی یاد دل کی تسکین کا موجب بنتی ہے۔ جب انسان کو خوف دامنگیر ہو جائیں تو وہی ایک آدھ نیکی جو کسی وقت اس کو توفیق ملی وہ

ایک ہی سایہ رہ جاتا ہے جس میں وہ ماحول کی تکلیف اور اس عذاب سے امن ڈھونڈتا ہے۔ وہاں کچھ تسکین پاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ ایسے آدمیوں کی مثال پیش کرتے ہیں کہ تین آدمی ایک غار میں اس طرح پھنس گئے کہ زلزلے کی وجہ سے ایک بہت بڑا پتھر اس کے سامنے آگیا اور وہ اس سے نکل نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے بھی یہی نفسیاتی تسکین کی راہ ڈھونڈی اور آپس میں باتیں کیں کہ ہم کوئی ایسی نیکی سوچیں جس نیکی کی یاد ہمارے دل میں ابھی بھی تروتازہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ خدا کو پسند آئی ہوگی اور اس نیکی کی یاد کر کے اس کا حوالہ دے کر خدا سے دعا مانگتے ہیں"۔

(خطبہ جمعہ ۲۳ فروری ۱۹۹۶ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۲ اپریل ۱۹۹۶ء)

(2) نیکی ضائع نہیں جاتی

یہ واقعات بتاتے ہیں کہ نیکی کبھی ضائع نہیں جاتی اور جو کام رضائے الٰہی کی خاطر کئے جائیں وہ لازماً پھل لاتے ہیں بلکہ ماحول کے لئے بھی باعث برکت بن جاتے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی باتیں حیرت انگیز طور پر عرفان میں ڈوبی ہوئی بلکہ عرفان کا ایک سمندر ہیں جو ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں۔ ان کو غور سے سنیں، پڑھیں، اپنے دل میں جگہ دیں تو پھر پتہ چلے گا کہ آپ کی کوئی نیکی بھی ضائع نہیں جاتی کوئی خلق ایسا نہیں ہے جو بے پھل کے رہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نتیجہ میں آپ ہی کے اموال اور جان اور آپ کی خوشیوں میں برکت نہیں دیتا بلکہ آپ کا فیض اردگرد بھی پھیلاتا ہے"۔

(خطبہ جمعہ ۳ جون ۱۹۹۴ء۔ مطبوعہ ہفت روزہ بدر قادیان۔ ۴ اگست ۱۹۹۴ء)

(3) رحمت باری کا نمونہ

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عفو کا منظر پیش کرتی ہے۔ ان بندوں کو بھی معاف فرمادیا جن کے دامن میں ایک ایک نیکی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"یوں معلوم ہوتا ہے کہ ساری عمر کے حالات پر غور کرنے کے بعد اس کو صرف ایک ہی نیکی ملی ہے جس کے متعلق وہ یقین کے ساتھ خدا کے حضور عرض کرسکتا ہے کہ اس میں میری کوئی بدنیتی نہیں تھی کوئی ریاکاری نہیں تھی کوئی نفسانی خواہش نہیں تھی محض للہ وہ نیکی کی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ یہ جواب نہیں دیتا کہ تیری تو ساری عمر ضائع ہوئی پڑی ہے۔ کچھ بھی تیرے پلے نہیں ہے۔ سب کچھ میں نے تجھے عطا کیا۔ تو نے میری ہربات کا انکار کر دیا اور آج وہ نیکی تجھے یاد آرہی ہے۔ گویا اس کا بدلہ ابھی باقی ہے۔ میرے احسانات کے نیچے تو دبا پڑا ہے۔ کونسی چیز ہے جو تو اپنے گھر سے لایا تھا۔ وہ بے وقعت نیکی تجھے یاد ہے کہ اس کی قیمت ابھی باقی پڑی ہے۔

خدا تعالیٰ کی کریمی اس کی شرم رکھتی ہے۔ اس دعا کی شرم رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس پتھر کو حکم دیتا ہے اور وہ پتھر تھوڑا

سا سرک جاتا ہے۔

آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر دوسرے شخص کو ایک نیکی یاد آگئی۔ ابھی اس پتھر کے سرکنے سے سب نکل نہیں سکتے تھے۔

اس میں جو لطیف مضمون آنحضور ﷺ نے بیان فرمایا ہے اور جسے عموماً اس حدیث پر غور کرنے والے یا لطف اٹھانے والے نظرانداز کر دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر ایک ہی شخص کے پاس ایسی تین نیکیاں ہوتیں تو پھر تین آدمیوں کو وہاں اکٹھا کر کے یہ مضمون بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تمام عمر کا نچوڑ تھی۔ اس ایک آدمی کی نیکی اور وہ بھی اتنی بھاری نہیں تھی کہ اس کے نتیجہ میں وہ ساری آفت ٹل سکے۔

پھر ایک دوسرا آدمی اٹھتا ہے کہتا ہے اے خدا مجھے بھی ایک نیکی یاد آئی ہے۔ میں نے یہ نیکی کی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ تیری خاطر کی تھی اور وہ پتھر اور سرک جاتا ہے۔ لیکن ابھی وہ اس سے نکل نہیں سکے۔ اگر اس کے دامن میں ایسی کوئی اور نیکی بھی ہوتی اور وہ سمجھتا کہ اس پتھر کو اور سرک جانا چاہئے تو وہ اسے بھی پیش کر دیتا لیکن کچھ پیش نہیں کر سکا۔

پھر ایک اور تیسرے بندے نے جو اس غار میں قید تھا اپنی ایک نیکی یاد کی اور خدا کے حضور پیش کی۔

(خطبہ جمعہ ۸۶-۵-۹، مطبوعہ ضمیمہ خالد ربوہ مئی ۱۹۸۷ء)

(4) بے انتہا عفو کا منظر

ایک عارف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کریمی کے اور بھی قربان ہو جاتا ہے جب اس بات پر نظر پڑتی ہے کہ جس چیز کو انہوں نے بطور نیکی خدا کے حضور پیش کیا تھا وہ نیکی نہیں محض بدی سے رکنے کا نام تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"بعض نیکیاں ان میں سے ایسی ہیں جنہیں نیکی شمار کرنا بھی تعجب انگیز ہے۔ بدیوں سے رکنے کا نام نیکی رکھا گیا ہے۔ یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ فلاں وقت میں تجھے قتل کر سکتا تھا میں نے نہیں کیا۔ دیکھ تیرے ساتھ میں نے کتنی بڑی نیکی ہے۔ یا کوئی کہے کہ فلاں وقت میں زہر کھا سکتا تھا میں نے نہیں کھایا۔ دیکھ میں نے کتنی بڑی نیکی کی۔

اس قسم کی نیکیاں بھی بیچ میں شامل کر لی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس نے ان نیکیوں کو بھی قبول فرمالیا"۔

(خطبہ جمعہ ۸۶-۵-۹، مطبوعہ ضمیمہ خالد ربوہ مئی ۱۹۸۷ء)

ایک اور موقع پر فرمایا:۔

"اس حدیث کو میں اس نظر سے دیکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ ان بندوں کی خوبی یا ان کی چالاکی نہیں بتا رہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عظمت کا بیان فرما رہے ہیں۔ یہ بتا رہے ہیں کہ ایسے تہی دامن لوگ جن کو ساری زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد وہ نیکی دکھائی دی جو عام معیار سے کوئی خاص نیکی بھی نہیں۔ کسی معصوم عورت کی عزت نہ لوٹنا بھلا کونسی نیکی ہے اور فاقہ کشی کے وقت میں ایسے وقت میں جب کہ انسان کا دل نرم ہو چکا ہوتا ہے اور نرم ہونے کے بعد بجائے کسی اجرت کی طلب کے ویسے ہی انسان جو کچھ گھر میں ہے وہ غریبوں کے لئے خرچ کرنا چاہتا ہے۔ ایسے سخت تکلیف کے دور میں کسی کی عزت کا سودا نہ کرنا یہ کونسی نیکی

ہے۔

پس آنحضرت ﷺ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایسے تہی دامن اور گنہگار لوگ جن کی ساری زندگی میں کوئی نیکی نہیں تھی اور ایک بدی سے بچنا ہی گویا ان کی نیکی تھی۔ جب اس کا حوالہ دیا گیا تو اللہ تعالیٰ اتنا رحمان ہے اور اتنا رحیم اور اتنا بخشش کرنے والا ہے کہ اس نے کہاہاں میرے بندے! اگر یہ نیکی ہے تو یہ بھی مقبول ہے.... گویا وہ مضمون یہ ہے کہ خدا تو کھوٹے پیسوں سے بھی بعض دفعہ آنکھیں بند کرلیتا ہے۔ اتنا بخشش کرنے والا اتنا التجاؤں کو قبول کرنے والا ہے کہ اس سے اگر تم ہمیشہ دعا کے تعلق سے اپنے محبت کے رشتے مضبوط نہ کرتے رہو تو تمہاری محرومی ہے۔ وہ تو ہر وقت قریب ہے ہر وقت سننے کے لئے تیار بیٹھا ہے"۔

(خطبہ جمعہ ۹۱۔ ۳۔ ۲۹، مطبوعہ ذوق عبادت۔ صفحہ ۱۴۳)

(5) اجتماعی نیکی

بہرحال خدا نے ان کی بیان کردہ نیکی کو قبول فرمالیا اور یہ بھی بتایا کہ نیکی اپنی ذات میں ہی نہیں دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے۔ ان تینوں کی ایک ایک نیکی نے مل کر سب کی نجات کے سامان کئے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"یہ چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہیں اور یہ تمثیل ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کب، کہاں یہ کیسے واقعہ ہوا لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ اسی طرح کی مصیبت میں ہم پھنسے ہوں۔ ہم ہزار قسم کی مصیبتوں میں پھنس جاتے ہیں اور وہاں صرف ایک انسان کی نیکی اسے فائدہ نہیں دیتی بلکہ اپنے بھائی کو بھی دیتی ہے اور یہاں وہ مثال بہت ہی پیارے طور پر صادق آتی ہے کہ مومن مومن کا آئینہ ہے اور بھائی بھائی ہے اور اس کے غیب میں اس کے مال کی حفاظت کرتا ہے اور اس طرح مومن کا فیض اپنے بھائی کو پہنچتا ہے اور تمثیل ایسی عظیم بیان کی کہ ان تینوں کا اجتماعی فیض تھا جس فیض نے ان کو نجات عطا کی"۔

(خطبہ جمعہ ۹۴۔ ۶۔ ۳، مطبوعہ ہفت روزہ بدر قادیان۔ ۴ اگست ۱۹۹۴ء)

(6) عوام الناس اور ابرار کی نیکیوں میں فرق

پس اجتماعی نیکی عوام الناس کے لئے فائدے اور اجتماعی برکت کا موجب ہوتی ہے مگر ابرار اور اخیار کی نیکیوں کا مقام بہت بلند ہے کیونکہ وہ صرف بدی سے رکنے پر اکتفاء نہیں کرتے۔ ان کی نیکیاں اکتساب فیض پر مشتمل ہوتی ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"ان تین کی مثال جن کی آنحضرت ﷺ نے مثال دی ان کی مثال ایسے اشخاص کی مثال تھی جو بدیوں سے رکے ہیں۔ حقیقت میں انہوں نے نیکیاں نہیں کی تھیں۔ ان کے بدیوں سے رکنے کے نتیجہ میں وہ ادا خدا کو پسند تو آئی۔ اس کو خدا نے دعا کے حوالے میں قبول بھی فرمایا مگر ان میں سے کسی ایک کے لئے اس کی ایک نیکی نجات کا موجب نہیں بن سکتی تھی اور یہاں جب اجتماعی نیکی بنی ہے تب ان کو نجات ملی

ہے۔ اس حصے پر بھی غور کرو کہ ایک شخص کی نیکی کے نتیجہ میں جو بدیوں سے بچنے والی نیکی تھی وہ اکیلا بھی نجات نہیں پاسکا اور اس اکیلے کی دعا سے پتھر اتنا نہ سرکا کہ وہ اس کے رستے سے نکل جاتا اور دوسرے بھی فائدہ اٹھاتے۔ دوسرے نے جب دعا کی تو پھر اتنا سرکا کہ بمشکل گھسٹ کے شائد کوئی آدمی نکل سکتا ہو مگر جو مضمون بیان ہوا ہے اس سے لگتا ہے کہ اتنا راستہ نہ بن سکا تھا کہ اس سے انسان گزر سکتا اور تیسرے نے جب دعا کی تو اتنا سرک گیا کہ اس میں سے ایک آدمی نکل سکتا تھا۔ چنانچہ تینوں اس میں سے نکل گئے۔

انبیاء کی نیکی کا مقام بہت بلند ہے اور ابرار کی نیکی کا مقام بھی اس سے بہت بلند ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو اس نیکی کی مثال سے متاثر ہو کر سمجھتے ہیں کہ اسی قسم کی کوئی ایک نیکی ہمارے لئے ہمیشہ کے لئے نجات کا موجب بن جائے گی ان کو غور کرنا چاہئے کہ ان میں سے کسی کی نیکی بھی اس کی نجات کا موجب نہ بن سکی۔ کیونکہ اس میں ایک منفی پہلو تھا۔ بدی سے رکنا بھی ایک نیکی ہے مگر اس کی جگہ اعلیٰ خوبیاں نہ لے لیں تو وہ نیکی نیکی نہیں رہتی۔ یہ اللہ کا احسان تھا کہ اس کو قبول فرمالیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون پر بہت روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ترک شر اپنی ذات میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی اگر اس کی بجائے خیر کو اپنانا اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ اس کا لازمی نتیجہ نہ نکلے جہاں شر کو دور کرو وہاں خیر کو قبول کرو۔ وہ خیر ہے جو حقیقت میں ترک شر کا اجر ہے اور اس کے نتیجہ میں تمہیں ایک مثبت چیز ایسی حاصل ہو جاتی ہے' ایسی دولت ہاتھ میں آجاتی ہے جو پھر خرچ کرنے پر کم نہیں ہوتی بڑھتی ہے۔

چنانچہ حقیقت یہی ہے کہ بدی کے ترک کرنے کے ساتھ جو انسان کو روحانی قوت ملتی ہے اس سے نیکی کو قبول کرنے کی طرف میلان پیدا ہوتا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور ان لوگوں کا جن کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کا حال بنظر غور دیکھو کہ ان کو اس کے بعد کسی بڑی نیکی کی توفیق ملی نہیں ہے۔ اگر ملی ہوتی تو اس نیکی کا ذکر کرتے۔ انہوں نے ایک پرانی ایسی نیکی کا ذکر کیا ہے کہ اے خدا ہم یہ شر کرسکتے تھے۔ اس بدی میں مبتلا ہو سکتے تھے مگر تیرے خوف سے تیرے ذکر سے مرعوب ہو کر ہم نے وہ کام نہیں کیا۔ اس کے بعد توفیق ملنی چاہئے تھی۔ آگے بڑھنا چاہئے تھا مگر چونکہ وہ نہ کرسکے اس لئے ایک نیکی خود اس کے لئے بھی کافی نہ ہوئی۔ تینوں کی نیکی نے مل کر ان کی نجات کے سامان کئے۔ مگر ابرار کی نیکی کا یہ حال ہے کہ ایک نیکی کثرت سے دوسروں کے کام آتی ہے اور ایسے لوگوں کے بھی کام آتی ہے جو گناہوں میں ملوث ہوں' جن کا کچھ بھی نہ ہو بسا اوقات ان کی نجات کا موجب بھی بن جاتی ہے"۔

(خطبہ جمعہ ۲۳ فروری ۹۶ء۔ مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل ۱۲ اپریل ۱۹۹۶ء)

(7) کیا نیکی کے حوالہ سے دعا کی جائے

اس حدیث کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا کو اپنی نیکیوں کا حوالہ دے کر دعا کی جاسکتی ہے؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس حدیث کے حوالہ سے فرماتے ہیں:۔

"یہ مضمون تو بتاتا ہے کہ اپنی نیکیوں کے حوالے سے دعا کرنا نہ صرف جائز بلکہ ایک اعلیٰ درجے کی گویا خوبی ہے لیکن جو لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں وہ اس حدیث کے مفہوم کو نہیں سمجھتے کیونکہ اگر اس حدیث کا یہ مفہوم ہوتا تو انبیاء کی دعاؤں میں ہمیں کہیں تو ایک جگہ ایسی دعا ملتی جس میں خدا کے کسی نبی نے اپنی نیکی کے حوالہ سے دعا کی ہو۔ میں نے تو گہری نظر سے قرآن کریم کی دعاؤں کا مطالعہ کیا ہے۔ احادیث کی دعاؤں کا مطالعہ کیا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا مطالعہ کیا ہے مجھے کہیں اشارۃً بھی کوئی ایسی دعا دکھائی نہیں دی جس میں کسی نبی نے بھی یہ عرض کیا ہو کہ اے خدا! میں یہ ہوں اور میری نیکی پر نگاہ ڈال اور میری خاطر یہ کام کردے۔ کہیں کوئی ذکر نہیں۔ اپنے آپ کو بالکل تہی دامن کر دیا ہے۔ خالی ہاتھ دکھایا ہے۔ ایسا کشکول ہے جس میں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ روحانی لباس میں وہ لوگ اس طرح خدا کے حضور ظاہر ہوئے ہیں کہ تقوی کے لباس سے مزین ہونے کے باوجود وہ اپنے آپ کو اس طرح پیش کر رہے تھے جیسے پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس کوئی فقیر ہو اور فقیر بن کر اس کی راہ میں بیٹھے تھے اور فقیر بن کر دعائیں کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی وہ دعا دیکھیں رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ اے میرے رب! لما انزلت الی من خیر فقیر جو بھی خیرات تو میری جھولی میں ڈال دے میں اس کا فقیر بنا بیٹھا ہوں۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ پس انبیاء کی دعاؤں پر غور کرنے سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے کبھی دعا کی مقبولیت کی خاطر اپنی خوبی یا نیکی کا حوالہ نہیں دیا۔ پھر یہ حدیث اگر ان معنوں میں لی جائے جو میں نے بیان کئے ہیں تو اس تمام تاریخ انبیاء سے ٹکرا جائے گی جو درست نہیں ہے"۔

اس کے بعد حضور نے یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ درحقیقت ان کی نیکی نیکی ہی نہیں تھی بلکہ بدی سے بچاؤ کا نام تھا اور خدا کا اسے قبول کرنا ایسے ہی تھا جیسے جان بوجھ کر کھوٹے سکے کو قبول کرلیا جائے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

"یہ وہ مضمون ہے جس کو بعض لوگ غلط سمجھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں بھی اپنی نیکیوں کے حوالہ سے خدا تعالیٰ سے دعائیں کرنی چاہئیں۔ وہ پتھر تو ان کی زندگی میں ایک دفعہ گرا لیکن میں جانتا ہوں کہ ہماری زندگی میں مصیبتوں کے پتھر روز گرتے رہتے ہیں۔ کون انسان ہے جو اس تجربہ سے نہیں گزرتا۔ کوئی دن ایسا نہیں آتا جو کسی نہ کسی پہلو سے تلخیاں لے کر نہیں آتا۔ کبھی اپنا غم، کبھی کسی دوست کا غم، کبھی رشتے دار کی تکلیف، کبھی دشمن کی طرف سے ڈراوے اور کئی قسم کا خوف، کبھی عالمی خوف، کبھی علاقائی خوف، انسان کی ساری زندگی تو مصیبت کے پتھروں میں گری پڑی ہے۔ اپنی کتنی نیکیاں آپ ڈھونڈ نکالیں گے کہ وہ پتھر سرکنے شروع کریں۔ ایک ہی علاج ہے اور وہ علاج ہے جو انبیاء نے ہمیں سکھایا ہے کہ خدا کے حضور کامل عجز اور انکسار کے ساتھ حاضر ہوں۔ اپنی نیکیوں پر انحصار کرکے دعائیں نہ مانگو۔ خدا کے فضلوں پر انحصار کرکے دعائیں مانگو اور اللہ تعالیٰ سے کہو کہ ہم تہی دامن ہیں۔ سب تعریف تیرے لئے ہے۔ جو کچھ ہمیں اچھا دکھائی دیتا ہے وہ بھی تیری وجہ سے اور تو نے بنایا ہے۔ تو اچھا ہے۔ جو کچھ ہم نے کمایا اس کمانے کی توفیق بھی تو نے ہی

دی اور اس پہلو سے انسان جب اپنی ساری زندگی پر نظر ڈالتا ہے تو اس کو اتنے مواقع دکھائی دیں گے کہ جب وہ ہلاک ہو سکتا تھا اور اپنی کمزوریوں اور بدیوں کی وجہ سے ہلاک ہو سکتا تھا اگر خدا اس کی پردہ پوشی نہ کرتا تو ایسے مواقع بھی ہر انسان کی زندگی میں آتے ہیں کہ ایک دفعہ پردے کا چاک ہونا اس کی ہلاکت کا سامان پیدا کر سکتا تھا۔ کچھ بھی اس کا باقی نہ رہتا۔

پس جہاں یہ کیفیت پیدا ہو وہاں کوئی...... بیوقوف ہی ہو گا جو اپنی نیکی کے حوالے دے دے کر خدا سے مانگنے کا عادی ہے۔ کہاں سے اتنی نیکیاں لائے گا جب کہ بدیوں کا پلہ اتنا بھاری ہے اور کہاں سے ایسی نیکیاں لائے جن کی جزاء خدا نے نہیں دی۔ کیونکہ خدا کا تو سارا زندگی کا تعلق ان باتوں کی جزاء دکھائی دیتا ہے جو ہم نے کبھی کی نہیں۔ یک طرفہ رحم کا سلوک ہے۔ یک طرفہ احسان کا سلوک ہے اور لامتناہی ہے۔ ہر ہر سانس خدا کے احسان کا ممنون ہے تو ایسی کیفیت میں حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ آدمی کلیتہ ہتھیار ڈال دے۔ خالی ہاتھ اور نہتا ہو جائے اور خدا کے حضور عجز اور انکسار سے دعائیں مانگے"۔

(خطبہ جمعہ ۹۱-۳-۲۹ مطبوعہ ذوق عبادت صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۵)

الغرض یہ کہانی بہت سے مضامین پر روشنی ڈالتی ہے اور رسول کریم ﷺ کے انداز نصیحت کا شاہکار ہے۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

نتیجہ مقابلہ مضمون نویسی

سہ ماہی سوم خدام الاحمدیہ پاکستان

بعنوان ایم۔ٹی۔اے اور احمدیت

اس مقابلہ میں 105 خدام نے شرکت کی۔

اول: مکرم محمد شکر اللہ صاحب ڈسکہ سیالکوٹ

دوم: مظفر احمد صاحب علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

سوم: منور علی شاہد صاحب گلشن پارک لاہور

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل خدام نے امتیازی نمبر حاصل کئے۔

طیب احمد طاہر دارالذکر فیصل آباد' طاہر احمد فضل فضل عمر فیصل آباد' کاشف بشیر دارالحمد فیصل آباد' عبدالقادر فاروقی فیکٹری ایریا ربوہ' کلیم احمد دارالذکر فیصل آباد' محمود احمد صاحب ناصر دارالذکر فیصل آباد' سید منصور احمد صاحب النور کراچی' رضوان ودود دارالذکر فیصل آباد' نوید احمد ظفر ڈرگ کالونی کراچی' نعیم ظفر دارالذکر فیصل آباد' محمد ایوب صابر اچ شریف بہاولپور' محمد رفیق انجم بشیر آباد حیدر آباد

اللہ تعالیٰ سب کے لئے یہ اعزاز مبارک کرے۔

(مہتمم تعلیم)

"ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم زیادہ سے زیادہ پیشے اختیار کریں تاکہ ملک کو ترقی حاصل ہو"۔

(الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۵۴ء)

عالمگیر جماعتِ احمدیہ کو ایم۔ٹی۔اے

انٹرنیشنل کی چوبیس گھنٹے کی

نشریات کا اجراء مبارک صد

مبارک ہو۔

ملک مظفر احمد

زعیم حلقہ سوسائٹی (محمود آباد) کراچی

باسل جنرل سٹور

ڈیری فارم سٹاپ

گلشن جامی (ماڈل کالونی)

کراچی

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت

مَیں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

عالمگیر جماعتِ احمدیہ اور پیارے امام کو ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل کی چوبیس گھنٹے کی نشریات کا اجراء مبارک ہو۔

رنگین اور بلیک اینڈ وہائٹ سٹوڈیو فوٹوگرافی نیز آؤٹ ڈور فوٹوگرافی کے لئے

فوٹو اسٹیٹ اور مائیکرو کاپی کی سہولت کے ساتھ

طالبِ دعا۔ سہیل احمد پال

پال فوٹو سٹوڈیو

دکان نمبر 13-A۔ گلیکسی پلازہ۔ نارتھ کراچی

فون:- ۶۵۵۹۸۷

چوتھی قسط

سیرت حضرت مسیح موعودؑ

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی تحریرات کی روشنی میں

(مرتبہ: مکرم محمود مجیب صاحب اصغر مظفر گڑھ)

حکیمانہ باتیں

"سفر میں ایک شخص نے حضرت صاحب کے متعلق مجھ سے تین سوال کئے۔ ایک ان میں سے اس سبق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ یہ کہ ایک جگہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میں عمل الترب کے ذریعے بیماروں کو اچھا کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتا ورنہ مسیح سے بڑھ جاؤں۔ دوسرا یہ عمل تو کفار بھی کرلیتے ہیں۔ ان دونوں میں ایک نبی کے عمل کو مکروہ فرمایا۔ میں نے کہا آپ مولوی عبداللہ کو جانتے ہیں جنہوں نے "تحفۃ الہند" لکھی ہے۔ کہا ہاں۔ وہ تو میرے پیرو مرشد ہیں۔ میں نے کہا سنا ہے کہ بہت سے ہندوؤں کو مسلمان کرلیا تھا۔ کہا کیوں نہیں تین سو سے زیادہ مسلمان کرلیا تھا۔ جس مدرسہ میں پڑھتے تھے اس کے تمام طالب علم مسلمان ہوگئے تھے۔ میں نے کہا تم نے توارت پڑھی ہے اس میں لکھا ہے کہ نوح نے ۸۰ آدمی ۹۵۰ برس میں مسلمان کئے۔ اب میں کس طرح مان لوں کہ مولوی عبداللہ نے چند سالوں میں ۳۰۰ کافر مسلمان کرلئے۔ کیا ایک امتی نبی سے بڑھ کر ہوسکتا ہے؟ اس نے کہا بات تو ٹھیک ہے۔ آپ ہی جواب دیں۔ میں نے کہا سنو! جو ہتھیار مولوی عبداللہ کے پاس تھا (قرآن مجید) وہ نوح کے پاس نہیں تھا۔ پس فضیلت تو حضرت محمد رسول اللہؐ کے طفیل ہے۔ یہی بات یہاں سمجھ لو۔

دوم یہ بتاؤ کہ قرآن شریف خدا کا معجزہ کلام ہے یا نہیں؟ کہا ضرور۔ میں نے کہا وہ کس زبان میں ہے۔ کہا عربی میں۔ میں نے کہا ابوجہل کون سی زبان بولتا تھا۔ کہا عربی۔ میں نے کہا ہتک کررہے ہو۔ جو زبان خدا کی طرف سے معجزہ ہے وہی ایک کافر کا فعل قرار دے رہے ہو۔ یہ سن کر بہت مبہوت رہ گیا۔

سوم میں نے اسے کہا آپ ایک تصویر یا بت بناؤ۔ میں آپ کو مسئلہ سمجھاتا ہوں۔ اس پر وہ جھٹ بولا تصویر یا بت تو حرام ہے۔ میں حرام فعل کا ارتکاب کیوں کر کروں؟ میں نے دو تین بار یہ فقرہ اس سے دہرایا۔ پھر کہا ہوش کرو۔ ایک نبی کے فعل کو حرام قرار دے رہے ہو اِنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ

مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ (آل عمران:۵۰)۔ میں تمہارے لئے بعض طینی خصلت رکھنے والوں سے پرندہ کی طرح (مخلوق) پیدا کروں گا۔ ناقل) دیکھو حضرت صاحب نے تو ادب کیا ہے اور صرف یہی فرمایا ہے کہ میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں ورنہ ایسا کر سکتا اور تم جو صریح حرام کہہ رہے ہو۔ وہ بہت نادم ہوا اور کہا کہ سب سوالوں کا جواب آگیا۔ یہ باتیں علم سے نہیں آتیں خدا کے فضل سے آتی ہیں"۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۹ء۔ بحوالہ حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۳۶۱۔ ۳۶۲)

قلمی جہاد

"میں جب حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی مریدی میں کیا مجاہدہ کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ مجاہدہ بتاتا ہوں کہ آپ عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک کتاب لکھیں۔ مجھ کو عیسائی مذہب سے واقفیت نہ تھی۔ ان کے اعتراضوں کی بھی خبر نہ تھی کہ کیا کیا اعتراض ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہ میں اپنے آپ کو کبھی فرصت میں نہیں دیکھتا تھا اور اس کام کے لئے فراغت و فرصت کی بھی ضرورت تھی۔ جموں میں تو مجھ کو فرصت بہت ہی کم تھی۔ جب میں قادیان سے یہ حکم لے کر اپنے وطن میں پہنچا تو وہاں میرا ایک ہم مکتب حافظ قرآن مسجد کا پیش امام تھا۔ وہ میرے سامنے تقدیر کا مسئلہ لے بیٹھا اور اس نے اس مسئلہ کے پیش کرنے میں بڑی شوخی سے گفتگو کی۔ میں حیران اس کے منہ کو دیکھتا رہا کہ فرفر بولتا تھا حالانکہ مسجد کے ملا میں اس قدر شوخی نہیں ہوتی۔ جب لوگ چلے گئے تو میں نے اس کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ حافظ صاحب مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ عیسائی ہوگئے ہیں۔ اس نے کہا کہ عیسائی ہوگئے ہیں تو ہرج ہی کیا ہے؟ میں نے کہا اپنے گرو سے ذرا مجھ کو بھی ملاؤ۔ چنانچہ وہ مجھ کو پنڈ دادنخان لے گیا۔ دریا سے اترے تو ایک گاؤں کے نمبردار نے کہا تمہاری دعوت ہے۔ میں نے کہا شہر سے واپس آکر دعوت کھائیں گے۔ چنانچہ میں اور حافظ صاحب دونوں ایک انگریز کی کوٹھی میں جادھمکے۔ حافظ صاحب تو پہلے سے واقف ہی تھے۔ پادری صاحب ملاقات کے کمرہ میں تشریف لائے۔ میں نے کہا کہ پادری صاحب میرے آنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہمارے ہم مکتب آپ کے مرید ہوگئے ہیں۔ آپ ہم کو بھی کچھ سنائیں۔ مطلب میرا یہ تھا ان کے مذہب کا پتہ لگے۔ اگر وہ اس وقت اعتراض پیش کرتا تو ایک دو ہی اعتراض کرتا کیونکہ میں نے پادری صاحب سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ لمبی بحث نہ کریں۔ اپنے مذہب کا خلاصہ ہمارے مذہب کا خلاصہ اور صرف ایک اعتراض بطور خلاصہ پیش کریں مگر پادری صاحب کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ میری بات کو ٹال کر ہمارے لئے چاء بسکٹ کا اہتمام کرنے لگے۔ میں نے کہا کہ میں اس شہر میں چار برس ہیڈ ماسٹر رہ چکا ہوں اور یہاں میری کافی واقفیت ہے۔ ہم کو چاء وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ آپ ہم سے گفتگو کریں۔ میں نے حافظ صاحب سے بھی کہا کہ تم اس کو اکساؤ۔ چنانچہ حافظ صاحب اس کو علیحدہ لے گئے اور بہت دیر تک باتیں کر کے واپس آئے اور کہا میں نے بہت زور لگایا مگر یہ تو آگے چلتا ہی نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ ان سے زبانی

گفتگو نہ کروں ہاں بعد میں اعتراضات لکھ کر بھیج دوں گا۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ جب تک ان کے اعتراضات ہمارے پاس پہنچیں اور ہماری طرف سے جواب نہ پھر لے اس وقت تک آپ بتسمہ نہ لیں۔ حافظ صاحب نے کہا ہاں یہ تو ضرور ہو گا۔ میں نے پادری صاحب سے بھی کہہ دیا کہ یہ ایسا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں یہ مناسب ہے۔ پھر میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ بتاؤ اور کون ہے جو مثل تمہارے ہے۔ حافظ صاحب نے کہا ایک اسٹیشن ماسٹر ہے۔ چنانچہ ہم اسٹیشن پر گئے۔ اسٹیشن ماسٹر نے تو بڑی ہی دلیری سے کہا مذہب عیسائی کا مقابلہ تو کسی مذہب سے ہو ہی نہیں سکتا۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ یہ تو پھنس گئے۔ جب اسٹیشن ماسٹر نے حافظ صاحب سے سنا کہ پادری صاحب خاموش ہو گئے تو وہ حیران ہو گیا۔ آخر اس پادری نے ایک بڑا طومار اعتراضوں کا لکھ کر بھیجا۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ بتاؤ یہ کوئی ایک دن کا کام ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ میں نے کہا تم ہی مدت مقرر کرو۔ حافظ صاحب نے کہا ایک برس تک کتاب چھپ کر ہمارے پاس پہنچ جائے۔ میں جموں آیا۔ اس زمانہ میں زلزلے بہت آتے تھے۔ راجہ پونچھ کا بیٹا زلزلوں کے سبب پاگل ہو گیا تھا۔ اس نے جموں کے راجہ کو لکھا کہ ہم کو ایک اعلیٰ درجہ کے طبیب کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں وہاں گیا۔ مجھ کو شہر سے باہر ایک تنہا مکان دیا گیا۔ بس ایک مریض کا دیکھنا اور تمام دن تنہائی۔ میں وہاں بائیبل اور قرآن شریف پڑھنے لگا۔ ان تمام اعتراضوں کو پیش نظر رکھ کر بائیبل پر نشان کرتا رہا۔ پھر اس کے بعد قرآن شریف پڑھا اور نشان کرتا رہا۔ اس کے بعد کتاب لکھنی شروع کی اور چار جلد کی ایک کتاب (فصل الخطاب) لکھی۔ ادھر کتاب تیار ہوئی ادھر راجہ کا لڑکا اچھا ہوا۔ اب روپیہ کی فکر تھی کہ کتاب چھپے۔ راجہ پونچھ نے کئی ہزار روپیہ دیا۔ جب جموں آیا تو راجہ صاحب نے پوچھا کیا دیا۔ میں نے وہ تمام روپیہ آگے رکھ دیا۔ وہ بہت ناراض ہوئے کہ بہت تھوڑا روپیہ دیا۔ چنانچہ اسی وقت حکم دیا کہ ان کو سال بھر کی تنخواہ اور انعام ہماری سرکار سے ملے۔ میں نے وہ روپیہ اور دو جلدیں دلی بھیج دیں۔ وہاں سے چھپ کر آئیں تو حافظ صاحب اور مثل ان کے دوسرے لوگوں کو بھیج دیں۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ ہم سچے دل سے اب مسلمان ہو گئے باقی کی ضرورت نہیں"۔

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین۔ صفحہ ۱۴۷ تا صفحہ ۱۵۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:-

"اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارہ میں میرے دوست ہیں۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے...... وہ مضطر کی طرح دین کی مدد کے لئے کھڑا ہو گیا اور ایسی کتابیں تصنیف کیں جو دقائق اور معارف سے بھری ہوئی ہیں اور جس کی نظیر پہلے لوگوں کی کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ ان کی عبارتیں باوجود مختصر ہونے کے فصاحت سے بھری ہوئی ہیں...... ان میں سے ایک کا نام فصل الخطاب اور ایک کا نام تصدیق براہین احمدیہ ہے"۔

(آئینہ کمالات اسلام اردو ترجمہ۔ از عربی عبارت)

الہام الٰہی اور حضرت خلیفہ اول کی قادیان مستقل ہجرت

جموں سے نوکری کی فراغت ہوئی تو حضرت مولوی نورالدین صاحب بھیرہ تشریف لے گئے۔ فرماتے ہیں:۔

"بھیرہ میں پہنچ کر میرا ارادہ ہوا کہ میں ایک بڑے پیمانہ پر شفاخانہ کھولوں اور ایک عالیشان مکان بنالوں۔ وہاں میں نے ایک مکان بنایا۔ ابھی وہ ناتمام ہی تھا اور غالباً سات ہزار روپیہ اس پر خرچ ہونے پایا تھا کہ میں کسی ضرورت کے سبب لاہور آیا اور میرا جی چاہا کہ حضرت صاحب کو دیکھوں۔ اس واسطے قادیان آیا۔ چونکہ بھیرہ میں بڑے پیمانہ پر عمارت کا کام شروع تھا اس لئے میں نے واپسی کا یکہ کرایہ کیا تھا۔ یہاں آکر حضرت صاحب سے ملا اور ارادہ کیا کہ آپ سے ابھی اجازت لے کر رخصت ہوں۔ آپ نے اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے۔ میں نے کہا ہاں اب فارغ ہی ہوں۔ یکہ والے سے میں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ۔ آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے کل پرسوں اجازت لیں گے۔ اگلے روز آپ نے فرمایا کہ آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہوگی۔ آپ اپنی ایک بیوی کو بلوالیں۔ میں نے حسب ارشاد بیوی کے بلانے کے لئے خط لکھ دیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ ابھی شاید جلد نہ آسکوں۔ اس لئے عمارت کا کام بند کردیں۔ جب میری بیوی آگئی تو آپ نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوالیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو ضرور بلالیں لیکن مولوی عبدالکریم صاحب سے فرمایا کہ مجھ کو نورالدین کے متعلق الہام ہوا ہے اور وہ شعر حریری میں موجود ہے:۔

لا تصبوا الی الوطن
فیہ تہان و تمتحن

ترجمہ:۔ تو وطن کی طرف ہرگز رخ نہ کرنا۔ اس میں تیری اہانت ہوگی اور تجھے تکلیفیں اٹھانا پڑیں گی۔

خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں۔ میری واہمہ اور خواب میں بھی پھر مجھے وطن کا خیال نہ آیا۔ پھر تو ہم قادیان کے ہو گئے"۔

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین۔ صفحہ ۱۶۸۔۱۶۹)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے ایک خطبہ میں اس واقعہ کا یوں ذکر کیا:۔

"حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب نے بھیرہ میں ایک عظیم الشان مکان بنوایا تھا..... ابھی پورے طور پر وہ مکان طیار نہ ہوا تھا..... جاڑہ کا موسم تھا۔ مولوی صاحب چلتی ہوئی ملاقات کو آئے تھے۔ رات کو حضرت امام کو وحی ہوئی کہ مولوی صاحب کو ہجرت کرنی چاہئے۔ چنانچہ صبح کو مولوی صاحب کو سنایا کہ ہجرت کرو اور وطن نہ جاؤ۔ یہ صدیق کا فرزند کوئی چگونگی درمیان نہ لایا۔ مکان خراب ہوا مگر یہ مرد خدا نہیں گیا"۔

(الحکم جلد ۶۔ نمبر ۳۲۔ مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱۔ بحوالہ تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۲۴۳)

خلافت کی برکت سے خوف کا امن میں بدلنا

(مکرم شمشاد احمد صاحب قمر معاون صدر)

سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے اسے امن کی حالت میں تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔" (سورۃ النور:7)

اس آیت میں سچے خلفاء کی جو علامات بیان ہوئی ہیں ان میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ان کی خوف کی حالت کو امن سے بدل دیا جائے گا۔ خلافت حقہ کی یہی علامت میری آج کی گذارشات کا موضوع ہے۔

الٰہی سلسلوں پر سب سے بڑھ کر خوف اور ابتلاء کا وہ وقت ہوتا ہے جب کسی نبی کی وفات ہوتی ہے کیونکہ نبی کی زندگی میں مومنین اسی نبی کی اتباع کر کے خدائی نشانات دیکھتے رہتے ہیں اور انہیں یہ خیال تک نہیں آتا کہ یہ نبی فوت ہو جائے گا اور نبی کی وفات کے بعد ایک ابتلاء کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ جب ہمارے آقا و مولا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ خبر شمع رسالت کے پروانوں پر بجلی بن کر گری۔ حضور کی جدائی کا صدمہ ان کے لئے ناقابل برداشت تھا اور صحابہ یہ بات تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے کہ حضور فوت ہو چکے ہیں بلکہ حضرت عمرؓ کی تو یہ حالت تھی کہ آپ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اسی گھبراہٹ کے عالم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے۔ صحابہؓ کی یہ حالت دیکھ کر آپ سیدھے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے اپنے محبوب آقاؐ کے چہرہ مبارک سے چادر اٹھا کر دیکھا، پیشانی مبارک کو بوسہ دے کر فرمایا خدا آپؐ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ اس کے بعد آپ حجرے سے باہر تشریف لائے اور بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا "اَلَا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ" کہ سنو! تم میں سے جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں اور جو کوئی اللہ کی عبادت

کرتا تھا وہ جان لے کہ اللہ کی ذات ہمیشہ سے زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اَفَائِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّاللّٰهَ شَيْئًا (آل عمران:14)۔ جب آپ نے یہ آیت پڑھی تو صحابہ خاموش ہو گئے اور یقین ہو گیا کہ حضورؐ ہم سے بچھڑ چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی تو غم سے یہ حالت تھی کہ ٹانگوں میں کھڑے ہونے کی سکت باقی نہ رہی تھی۔

آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد دو قسم کے خوف پیدا ہوئے۔ ایک اندرونی خوف تھا یعنی صحابہ کا یہ احساس کہ اب قیامت تک ہماری قیادت کون کرے گا۔ دوسرا خوف بیرونی تھا یعنی ایک طرف لشکر اسامہؓ کو بھجوانے کا مسئلہ تھا جس کو آنحضورؐ کی زندگی میں تیار کیا گیا تھا۔ دوسری طرف عرب کے بعض وہ قبائل جو بظاہر مسلمان ہو چکے تھے لیکن ابھی ایمان ان کے دل میں پوری طرح راسخ نہیں ہوا تھا حضورؐ کی وفات کے بعد باغی ہو گئے اور زکوۃ دینے سے انکار کر دیا۔ تیسرا فتنہ ان باغیوں کا تھا جنہوں نے جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچا کر اپنے جتھے بنا لئے تھے اور اسلام کے خلاف شرارتوں اور فتنہ بازیوں کو انتہا تک پہنچا دیا۔

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت نے ان دونوں خطرات کی جڑیں اکھیڑ کر رکھ دیں۔ ایک طرف خلافت کے قیام نے اندرونی طور پر مسلمانوں کو سکینت اور اطمینان بخشا اور دوسری طرف بیرونی حملہ آوروں اور باغیوں کی ایسی بیخ کنی کر دی گئی کہ پھر ساری خلافت راشدہ کے دوران وہ لوگ دوبارہ سر نہ اٹھا سکے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ تمام نظام پھر اسی طرح رواں دواں ہو گیا جس طرح حضورؐ کی زندگی کے آخری ایام میں جاری تھا۔

خلافت ابو بکرؓ کے آغاز میں ہی مختلف فتنوں کی سرکوبی کے لئے جو لشکر بھجوائے گئے ان میں بہت سے حفاظ قرآن شہید ہو گئے۔ جس سے قرآن کریم کے ضائع ہو جانے کا خوف پیدا ہوا چنانچہ حضرت عمرؓ کے مشورے پر حضرت صدیق اکبر نے قرآن کریم کو مختلف تحریروں اور حفاظ کرام کے ذریعے مستند طریق پر تحریری شکل میں جمع کر دیا جو حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ایک ہی قرات میں تمام آفاق میں پھیلا دیا گیا اور آج 1400 سال گزر جانے کے باوجود اسی حالت میں موجود ہے۔

اسلامی سلطنت جب خلافت ابو بکرؓ میں دوبارہ مستحکم ہو گئی تو روم اور ایران کو خطرہ محسوس ہوا اور ان بیرونی دشمنوں نے آنکھیں دکھانا شروع کر دیں اور مسلمانوں کے لئے فتنے پیدا کرنے لگے۔ انہیں اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا اور طاقت کے اسی نشہ میں اسلام کو تہہ و بالا کر دینے کا فکر انہیں ہمیشہ دامنگیر رہا۔ تب خدا نے حضرت عمر فاروقؓ کے ذریعے ان تمام جارح دشمنوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے اور مسلمان ان طاقت کے پہاڑوں سے اس زور سے ٹکرائے کہ انہیں پاش پاش کر کے رکھ دیا اور چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا جب آنحضور ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ایران کے فتح ہونے پر کسریٰ کے سونے کے کنگن سراقہ بن مالک کو پہنائے گئے اور وہی ابو ہریرہؓ جو کبھی مسلمان ہونے کے جرم میں مشرکین مکہ کے ہاتھوں مشق ستم بنا کرتا تھا آج شہنشاہ ایران کے رومال پر

تھوکتا ہوا نظر آیا۔

خدا نے ان تمام فتنہ بازوں پر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور روم' ایران' شام' مصر اور فلسطین کے بہت سے علاقوں نے امت مسلمہ کے قدم چومے۔ اس طرح سلطنت کی سرحدیں جتنی وسیع ہوتی گئیں۔ سلطنت' اسلامی کا مرکز مدینہ ان خطرات سے کوسوں دور ہوتا گیا اور امن کی حالت میں آگیا۔

مسلمانوں نے اپنی اخلاقی برتری' دینی حمیت' راست بازی اور ہمت و استقلال کی بدولت عظیم الشان سلطنتوں کے پرزے اڑا دیئے۔ ہندوستان سے لے کر شمالی افریقہ تک پرچم اسلام لہرانے لگا۔ تاریخ عالم میں ایسی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ چند مفلوک الحال صحرا نشینوں نے اس قدر قلیل مدت میں ایسا عظیم الشان انقلاب برپا کردیا ہو۔ بلاشبہ سکندر' چنگیز خان اور تیمور نے ایک عالم کو تہ و بالا کیا لیکن ان کی جہانگیری کو فاروق اعظم کی جہانداری سے کوئی نسبت نہیں۔

ان فاتحین نے ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ لاکھوں بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ انسانی کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کئے لیکن حضرت عمرؓ اور دیگر خلفاء کے دور میں اسلامی لشکروں کو آنحضور ﷺ کی تعلیم کے مطابق امن قائم کرنے کا حکم تھا نہ کہ خوف پیدا کرنے کا۔ لہٰذا اسلامی لشکر کو یہ ہدایت ہوتی تھی کہ بچے' بوڑھے' عورت اور نہتے آدمی پر وار نہ کیا جائے۔ پھل دار یا سایہ دار درخت نہ کاٹے جائیں۔ غیر مسلم اقوام کے عبادت خانوں کی بے حرمتی نہ کی جائے' کھیتوں کو برباد نہ کیا جائے اور لوٹ مار کی سخت ممانعت تھی۔ مسلمانوں نے عدل و انصاف اور حسن اخلاق سے مفتوحہ اقوام کو ایسا گرویدہ بنا لیا کہ وہ اپنی قوم کے مقابلہ میں ان کے یار و مددگار بن گئے۔ ان فتوحات نے صرف مسلمانوں کو ہی امن نہیں دیا بلکہ غیر مسلم بھی اسلامی حکومتوں کے زیر سایہ اپنے آپ کو زیادہ امن میں محسوس کرتے تھے۔ غرض مسلمانوں نے ملکوں کو ہی نہیں بلکہ قوموں کے دل و دماغ کو بھی فتح کیا حتیٰ کہ بہت سی مفتوحہ اقوام نے دین اسلام برضا و رغبت قبول کرلیا۔

دشمنان اسلام کی طرف سے فتنہ پردازیوں کا سلسلہ اور اس کے نتیجے میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ خلافت حضرت عثمان اور خلافت علیؓ میں بھی بدستور جاری رہا اور اس طرح مسلمانوں کا خوف اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے امن میں بدلتا رہا۔

خلافت کا وعدہ ایک مشروط وعدہ ہے کہ جب تک لوگ خلافت کے مطیع اور فرمانبردار رہیں گے خلافت کا انعام جاری رہے گا ورنہ خلافت سے محروم کردیئے جائیں گے۔

چنانچہ حضرت علیؓ کے بعد جب اللہ کی نظر میں مسلمان اس انعام کے مستحق نہ رہے تو خلافت ختم ہوگئی لیکن اسکی برکت سے مسلمانوں کی حکومت ایک لمبے عرصہ تک قائم رہی اور ساتھ ساتھ خدا کی طرف سے ہر صدی کے سر پر مجددین بھجوانے کا سلسلہ جاری رہا لیکن ایک وقت آیا جب اسلام پر عیسائیت اور دیگر مذاہب نے ایسی یلغار کی کہ اسلام چند دنوں کا مہمان نظر آنے لگا اور عیسائی پادری' مرکز توحید' خانہ کعبہ پر جھنڈے لہرانے کے خواب دیکھنے لگے۔ ایسی حالت میں جب اسی کشتی امت کا کوئی نگہبان نہ تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھڑا کیا جنہوں نے ان دشمنان اسلام کو دندان شکن جواب دیئے اور "دین حق" کی

حفاظت پر کمربستہ ہوگئے۔ آپ کے آنے سے وہی "دین حق" جو چراغ سحری نظر آتا تھا اور اپنا دفاع کرنے کی طاقت بھی نہ رکھتا تھا ایک بہادر اور نڈر حملہ آور کی حیثیت اختیار کرگیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود نصف صدی تک کفر کے لئے زلزلہ اور طوفان بنا رہا اور مسلمانوں کو خواب و غفلت سے بیدار کرتا رہا اور بالاخر اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریق پر نبھاتے ہوئے 26 مئی 1908ء کو اپنے مولا کے حضور حاضر ہوگیا۔

27 مئی 1908ء کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دن منشا الہی اور صحائف آسمانی کی پیش خبریوں کے مطابق حضرت مولانا نورالدین صاحب مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے اور کسی نے بھی آپ کی خلافت کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ یہ نظارہ دشمنان احمدیت کے لئے نہایت درجہ روح فرسا تھا جو یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد اس سلسلے کے مٹنے کا وقت آگیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اپنی قدیمی سنت کے مطابق جہاں جماعت کو سنبھال کر اپنی قدرت نمائی کا ثبوت دیا وہاں تقدیر کے بعض اور نوشتے بھی پورے ہونے والے تھے۔

ابھی آپ کی خلافت کو ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ بعض لوگوں نے جن کے ہاتھ پر اس فتنہ کا بیج بونا مقدر تھا مخفی طور پر سوال اٹھانا شروع کر دیا کہ جماعت کو کسی واجب الاطاعت خلافت کے نظام کی ضرورت نہیں بلکہ نظام چلانے کے لئے صدر انجمن احمدیہ کافی ہے اور ان خیالات کو خفیہ کوششوں کے ذریعہ دیگر افراد میں پھیلانا شروع کر دیا۔ اس طرح انہوں نے خدا کی برگزیدہ جماعت میں افتراق کا بیج بویا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا۔ ان منکرین خلافت کی کاروائیوں کے پیش نظر حضرت خلیفہ المسیح الاول نے جماعت کے سرکردہ ممبروں کو قادیان میں جمع کر کے ..... بیت مبارک میں مسئلہ خلافت پر نہایت ایمان افروز تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر سن کر حاضرین بے اختیار رونے لگے اور منکرین خلافت نے معافی مانگ کر اپنے آپ کو پھر خلافت کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ کی اس تقریر اور بعد کے دیگر ارشادات سے جماعت کا کثیر حصہ خلافت کی اہمیت، اس کی برکات اور اس کے خداداد منصب کو اچھی طرح سمجھ گیا اور منکرین خلافت کے عمل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ جس سے آئندہ کے لئے خلافت کی جڑیں مضبوط ہوگئیں اور اس طرح خدائی تصرف کے تحت یہ فتنہ دبا دیا گیا اور مومنین کا خوف ٹل گیا۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ منکرین خلافت کی بیماری گہری تھی جو وقتی طور پر تو دب گئی لیکن حضرت خلیفہ المسیح الاول کی وفات کے قریب اس فتنے نے ایک مرتبہ پھر سر اٹھایا اور انہی لوگوں نے پھر یہ خیالات پھیلانے شروع کئے کہ حضرت مولوی صاحب کے بعد کسی شخص کی قیادت کو خلافت کی صورت میں قبول نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات پر یہ فتنہ پھر زور سے اٹھا اور خوف کے بادل گھرے ہوتے دکھائی دینے لگے۔ ایک طرف اپنے پیارے امام کی میت پڑی تھی دوسری طرف جماعت کے مستقبل کا فکر ہر مخلص احمدی کے دل کو کھائے جا رہا تھا۔ جماعت ایک غریب کی طرح بغیر کسی خبرگیری کے پڑی تھی۔ گویا ایک ریوڑ تھا

جس کا کوئی گلہ بان نہ تھا اور چاروں طرف بھیڑیئے تاک لگائے بیٹھے تھے۔ بالآخر جب منکرین خلافت لاکھ کوششوں کے باوجود نہ سمجھے تو چند لوگوں کے سوا سب نے سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

اس طرح جماعت کو ایک نوجوان، بلند ہمت اور کمال درجہ کا استقلال رکھنے والا راہنما مل گیا۔ آپ کے ذاتی معاندین و مخالفین نے بڑے دعوے کئے کہ یہ خلافت چند دن کی مہمان ہے اور جلد ہی صفحہ ہستی سے مٹ کر نسیاً منسیا ہو جائے گی اور ساتھ ہی جماعت احمدیہ قادیان کا شیرازہ بھی بکھر کر رہ جائے گا۔ یہ دعوے کرنے والے وہ لوگ تھے جو جماعت کے اہم عہدوں پر قابض تھے، پریس کا اکثر حصہ انہی لوگوں کے قبضے میں تھا۔ خزانہ ان کے پاس تھا۔ یہ وقت جماعت کے لئے بہت نازک وقت تھا۔ چاروں طرف خطرات نظر آتے تھے۔ خلیفہ وقت اور آپ کی جماعت ظاہری اسباب کے لحاظ سے بے یارومددگار نظر آرہے تھے۔ صرف خدا کی ذات تھی جو آپ کو سنبھالے ہوئے تھی۔ چنانچہ 6 اپریل 1914ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:۔

"خوب یاد رکھو اس وقت موجودہ صورت میں وہ کام جو پچیس سال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کے بعد 6 سال تک حضرت خلیفۃ المسیح نے کیا تھا خطرہ کی حالت میں ہے۔ ایک جماعت ہے جو اس کے ٹکڑے کر دینے میں فرق نہیں کرتی۔ ان کو مدنظر ہے کہ مقابل والوں شکست دے دیں۔ وہ زور لگا رہے ہیں۔ اپنے علم اور طاقت کو اس مقصد کے لئے صرف کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک طاقت ہیں اور ہم یہ کرسکتے ہیں...... ہاں ہمارا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے۔ وہ بڑی طاقتوں اور قدرتوں والا ہے وہ اپنے سلسلہ کو ہر ایک شر اور ضرر سے بچاسکتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ بچائے گا"۔

(بحوالہ سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 13، 14)

یہ ایام کتنے دردناک اور خوفناک تھے اس کا اندازہ حضرت مصلح موعود کے ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ فرمایا:۔

"دکھ ایک دن کا بھی برا ہے۔ دن تو پھر دن ہے آدھ گھنٹہ کا بھی برا ہوتا ہے۔ جان نکلنے لگتی ہے۔ اب تو اس مصیبت پر پانچ دن گزر گئے۔ یہ چھوٹا سا غم نہیں۔ کسی کا چھوٹا سا بچہ بیمار ہو تو وہ گھبرا جاتا ہے یہاں تو وہ بیمار ہیں جنہیں برسوں پرورش کیا گیا"۔

(الفضل 25 مارچ 1914ء)

اس دور میں حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں دعا، عزم اور توکل علی اللہ کا ایک دلکش امتزاج نظر آتا ہے۔ ظاہری اسباب آپ نے ضرور اختیار کئے لیکن ان پر کبھی بھروسہ نہیں کیا بلکہ مسلسل عاجزانہ دعاؤں سے آپ نے اپنے رب سے مدد مانگی چنانچہ اس دعا اور انابت الی اللہ کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ منتشر ہوتی ہوئی جماعت بڑی تیزی کے ساتھ ایک ہاتھ پر اکٹھی ہونے لگی اور بکھرے ہوئے اوراق پھر مجتمع ہو کر ایک مضبوط شیرازے میں بندھ گئے اور وہی خلافت جس کے متعلق دعوے کئے گئے تھے کہ چند سال میں سسک سسک کر دم توڑ دے گی وہ 52 سال تک دنیا میں بڑے جاہ و جلال اور تمکنت کے ساتھ مسند افروز رہی اور وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا کا وعدہ ایک مرتبہ پھر پورا ہوا۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"ایک ایسا شخص جس کو عمر کے لحاظ سے بچہ کہا جاتا تھا، جس کو علم کے لحاظ سے جاہل کہا جاتا تھا، جسے انجمن میں کوئی اختیار حاصل نہ تھا، جس کے ہاتھ میں کوئی روپیہ نہیں تھا۔ اس کی مخالفت میں وہ لوگ کھڑے ہوئے جن کے پاس بڑی بڑی ڈگریاں تھیں..... جن کے ہاتھوں میں قوم کا روپیہ تھا..... جو عرصہ دراز سے بہت بڑی عزتوں کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم اس بچے کو خلیفہ نہیں بننے دیں گے مگر خدا نے انہیں ناکام و نامراد کیا اور وہی جسے جاہل کہا جاتا تھا..... جس کے متعلق علی الاعلان کہا جاتا تھا کہ وہ جماعت کو تباہ کر دے گا خدا تعالیٰ نے اسی کو خلافت کے مقام کے لئے منتخب کیا وہی بچہ جب خدا کی طرف سے خلافت کے تخت پر بیٹھتا ہے تو جس طرح شیر بکریوں پر حملہ کرتا ہے اسی طرح خدا کا یہ شیر دنیا پر حملہ آور ہوا اور اس نے ایک یہاں سے اور ایک وہاں سے، ایک مشرق سے اور ایک مغرب سے، ایک شمال سے اور ایک جنوب سے بھیڑیں اور بکریاں پکڑ پکڑ کر خدا کے مسیح کی قربان گاہ پر چڑھا دیں..... جن کی آنکھیں دیکھتی ہوں وہ دیکھے اور جس کے کان سننے کے ہوں وہ سنے کہ کیا خدا کے فضل نے ان تمام اعتراضات کو باطل نہیں کر دیا جو مجھ پر کئے جاتے تھے۔ اور کیا اس نے اسی پچیس سالہ نوجوان کو جس کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ وہ جماعت کو تباہ کر دے گا خلیفہ بنا کر اس کے ذریعہ سے جماعت کو حیرت انگیز ترقی دے کر یہ ظاہر نہیں کر دیا کہ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا خلیفہ نہیں بلکہ میرا بنایا ہوا خلیفہ ہے اور کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے"۔

(خلافت راشدہ صفحہ 251-253)

خلافت ثانیہ کا 52 سالہ دور اندرونی و بیرونی فتنوں کے مقابل پر خدا کی تائید و نصرت سے معمور دور ہے۔ مثال کے طور پر 1934ء میں احراریوں نے جماعت کے خلاف خوفناک فتنہ کھڑا کیا اور یہ اعلان کیا کہ ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ کبھی کہا کہ ہم منارۃ المسیح کی اینٹیں دریائے بیاس میں بہا دیں گے اور قادیان اور اس کے گردو نواح سے احمدیت کا نام و نشان ختم کر دیں گے۔ اس کے بالمقابل حضرت خلیفہ المسیح نے یہ عزم کیا کہ جس تعلیم کو یہ لوگ قادیان میں ختم کرنا چاہتے ہیں ہم اس کو زمین کے کناروں تک پہنچا کر دم لیں گے اور اس غرض کے لئے تحریک جدید کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ حضور نے اپنی جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"تم احرار کے فتنے سے مت گھبراؤ خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دے گا کیونکہ خدا نے مجھے جس راستہ پر کھڑا کیا ہے وہ فتح کا راستہ ہے..... اس کے مقابلہ میں ہمارے دشمن کے پاؤں تلے سے زمین نکل رہی ہے اور میں ان کی شکست کو قریب آتے دیکھ رہا ہوں۔ وہ جتنے زیادہ منصوبے کرتے اور اپنی کامیابی کے نعرے لگاتے ہیں اتنی ہی نمایاں مجھے ان کی موت دکھائی دیتی ہے"۔

(الفضل 30 مئی 1935ء)

اس کے بعد احرار اپنی تمام تر ریشہ دوانیوں، اپنی ظاہری شان و شوکت، کثرت وسائل اور حکومت اور پریس کی تائید کے باوجود حسرت و یاس اور عبرت ناک ناکامی کا مرقع بنا دیئے گئے جب کہ تحریک جدید کے قیام سے خدا نے کیا کیا نیک ثمرات پیدا کئے اور بیرونی دنیا میں دین خداوندی کس تیزی

سے پھیلا یہ ایک کھلی کتاب ہے جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد 1953ء میں پاکستان میں دشمن نے بہت فساد برپا کیا۔ احمدیوں کو لوٹا اور مارا گیا' ان کی جائیدادوں کو تباہ کیا گیا۔ بعض کو شہید کیا گیا اور سخت خوف کی حالت پیدا کی گئی لیکن حضرت خلیفہ المسیح کی دعاؤں کے طفیل خدا کے فضل سے جماعت اس ابتلاء کی آگ سے بھی کندن بن کر نکلی اور دشمن اپنے منصوبوں میں ناکام و مراد ہوا۔

پھر حضرت خلیفہ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا دور آتا ہے۔ اس دور میں بھی دشمن منصوبے باندھتا رہا اور جماعت کی ترقی کو روک کر اس کو نیست و نابود کرنے کی فکر میں رہا۔ چنانچہ 1974ء میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پاکستان میں نام نہاد علماء کے ذریعے ایک خوفناک فتنہ کھڑا کیا گیا اور پورے ملک میں احمدیوں کے خلاف فسادات کی آگ بھڑکا دی گئی۔ ایسی اشتعال انگیز تقریریں کی گئیں کہ کیا اپنے اور کیا پرائے سبھی احمدیوں کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ وہ تکالیف دی گئیں کہ آسمان بھی لرزہ براندام تھا۔ ملک کے کونے کونے سے بے گناہ اور نہتے احمدیوں پر ظلم و ستم کی خبریں آ رہی تھیں۔ گھروں کو جلایا گیا۔ جائیدادوں کو لوٹا گیا۔ کہیں بے گناہوں کو پکڑ کر مارا پیٹا گیا اور کہیں ربنا اللہ کہنے کے جرم میں شہید کر دیا گیا۔ بعض علاقوں میں احمدیوں پر کھانے پینے کی اشیاء خریدنے پر پابندی لگا دی گئی اور اتنا سخت بائیکاٹ کیا گیا کہ شعب ابی طالب اور میدان کربلا کی یاد تازہ ہونے لگی۔ لیکن ایسی خوفناک اور درد انگیز حالت میں اللہ کا خلیفہ دکھے ہوئے دل کے ساتھ ایک طرف اپنی جان سے عزیز جماعت کو صبر کی تلقین کرتا رہا اور دوسری طرف اپنے رب کے حضور جھک کر اپنے ان عاجز بندوں کے لئے مصائب سے نجات کی دعائیں کرتا رہا۔ آخر کار ایک ایسی بحث کے بعد جس کی عوام الناس کو آج تک خبر نہیں کہ کیا بحث ہوئی تھی جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا اور دشمن نے سمجھا کہ اب جماعت کی ترقی رک جائے گی۔

میرے عزیز دوستو! وقت نے ثابت کیا کہ نہ تو جماعت کی ترقی رکی' نہ اس کی دعوت الی اللہ میں کمی آئی اور نہ آمد متاثر ہوئی۔

9 جون 1982ء میں حضرت خلیفہ المسیح الثالث کی وفات کے بعد نئی خلافت کا انتخاب ہوا۔

اور یہ الٰہی قافلہ حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیادت میں بڑی سرعت کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ جس سے دشمن مزید غیض و غضب میں مبتلا ہوا اور مزید بھیانک منصوبے بنائے گئے۔ ان منصوبوں کی کڑیاں اتنی دور تک بکھری ہوئی تھیں کہ ایک عام سطح کا آدمی اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔

دشمن کو پے در پے ناکامیاں دیکھنے کے بعد یہ یقین ہو گیا کہ جب تک خلافت قائم ہے جماعت احمدیہ کو ختم کرنا ناممکن ہے۔ خلافت جماعت کی شہ رگ ہے اگر اسے کاٹ دیا جائے تو جماعت خود بخود ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ خلافت احمدیہ پر ایک مرتبہ پھر حملہ کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ 1984ء میں اسلم قریشی کے جھوٹے مقدمہ قتل میں حضرت خلیفہ المسیح کو ملوث کر کے خلافت کو ختم کرنے کی سازش ہوئی۔ اس کے ساتھ ایک

آرڈیننس اسلام کے نام پر احمدیوں کے خلاف نافذ کیا گیا جس کو پڑھ کر غیر بھی اسے ظلم عظیم کہنے پر مجبور ہو گئے۔ اس آرڈیننس کی آڑ میں حضرت خلیفۃ المسیح کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بنا کے نظام خلافت کو مفلوج کرنے کی کوشش کی گئی۔

اس آرڈیننس کے نفاذ کے فوراً بعد دو تین دن احمدیوں کے لئے شدید ذہنی اذیت کے دن تھے۔ انہیں اپنا خوف نہ تھا بلکہ اپنے امام کا فکر کھائے جا رہا تھا لیکن خدائی تقدیر کے سامنے دشمن کے منصوبے بیت العنکبوت ثابت ہوئے اور خدا اپنے امام کو ایسے طریق سے محفوظ مقام پر لے گیا کہ سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے اور دشمن سر پیٹ کر رہ گیا۔ حضور کی بخیریت ہجرت کی خبر سن کر احباب جماعت کے دل اطمینان سے بھر گئے اور خوف ختم ہو گیا۔

اس کے بعد کلمہ پڑھنے' اذان دینے' نماز پڑھنے اور قرآن پڑھنے وغیرہ کے "جرم" میں احمدیوں پر ظلم ہونے شروع ہوئے جو آج تک جاری ہیں لیکن یہ ظلم کسی احمدی کو خوفزدہ نہیں کر سکتے۔ ان کے خوف کی حالت تو اسی دن امن میں تبدیل ہو گئی تھی جب حضور خیریت سے محفوظ مقام پر پہنچ گئے تھے۔

معزز قارئین! تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے کہ جس نے اس ظلم کی بنیاد رکھی' جس نے جماعت کو کینسر قرار دے کر اکھاڑ پھینکنے کے دعوے کئے خدائی تقدیر نے اپنے امام اور جماعت کی دعاؤں کے نتیجے میں اسے

قیامت تک کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا

جب کہ دوسری طرف وہ جھنڈا جسے ربوہ میں سرنگوں کرنے کی کوشش کی گئی تھی آج دنیا کے 148 ممالک پر شان و شوکت سے لہرا رہا ہے اور وہ آواز جسے پاکستان میں دبانے کی کوشش کی گئی آج ڈش انٹینا کے ذریعے ہوا کے دوش پر دنیا کے کونے کونے میں گونجتی اور بھولی بھٹکی روحوں کو اپنے رب کی طرف بلاتی سنائی دیتی ہے۔ آج دل پھر امن و اطمینان سے لبریز ہیں اور وہ اپنے آقا کی تقریر و تصویر اپنے گھروں میں بیٹھے دیکھ کر الٰہی وعدوں کے پورا ہونے پر گواہ ہیں۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

دشمن بھی گواہ ہیں

(تحریر: عامر ارشاد صاحب قریشی النور سوسائٹی کراچی)

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

یہ محاورہ عربی زبان کا ہے جس کا مطلب ہے کہ فضیلت اس بات میں ہے کہ دشمن بھی آپ کے حق میں گواہی دے۔

آنحضور ﷺ کی پاکیزہ اور مطہر زندگی کو دیکھ کر باوجود ہر قسم کی مخالفت کے دشمن بھی آپؐ کے اوصاف کو ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور آپؐ کی سیرت کا مطالعہ کرنے کے بعد بے اختیار ان کے منہ سے نکلتا ہے کہ:-

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

بے شک آپؐ کی ذات رحمۃ اللعالمین ہے نہ کہ رحمۃ للمسلمین۔ انسانی زندگی کا سب سے بڑا وصف سچائی ہے کیونکہ یہی وہ چشمہ اصفی ہے جس سے تمام نیکیاں پھوٹتی ہیں۔

آنحضور ﷺ کو امین اور صدوق کا لقب دیا جاتا تھا لیکن آپؐ کے اندر سچائی کا آفتاب اس آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا کہ آپؐ کے دعوی نبوت کے بعد بھی آپؐ کو دشمنوں نے ہر طرح سے جھٹلانے کی کوشش کی لیکن آپؐ سچائی کی روشنی سے کبھی آنکھیں بند نہ کر سکے اور باوجود ہر قسم کی مخالفت کے انہوں نے نہ صرف ڈھکے چھپے الفاظ میں آپؐ کی سچائی کا اقرار کیا بلکہ باآواز بلند ہر جگہ یہ گواہی دیتے نظر آتے ہیں۔

زیر نظر مضمون میں آنحضور ﷺ کے چند شدید ترین مخالفین کی گواہیاں پیش کرنا چاہتا ہوں جو جانی دشمن ہونے کے باوجود آپؐ کے صدق پر مہر تصدیق ثبت کر گئے۔

ابو جہل کی گواہی

آنحضور ﷺ کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل بھی حضور ﷺ کی سچائی کی گواہی دیتا تھا اور حضور ﷺ کی ذات پر کبھی بھی اس نے جھوٹ کا الزام نہیں لگایا۔ ابو جہل سے آنحضورؐ کی جو گفتگو ہوئی اس میں بھی ابو جہل نے اس بات کا اقرار کیا کہ:-

اِنَّا لَا نُكَذِّبُكَ بَلْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهِ

(ترمذی کتاب التفسیر باب سورۃ الانعام حدیث ۳۰۶۴)

یعنی ہم تجھ کو جھوٹا قرار نہیں دیتے بلکہ اس تعلیم کی تکذیب کرتے ہیں جو تو لے کر آیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نبوت کے دعوی کے بعد بھی مخالفین کو یہ دلیری نہ تھی کہ بعثت کے پہلے زمانے کے متعلق آپؐ پر کوئی الزام لگائیں بلکہ وہ شروع شروع میں آپؐ کو جھوٹا کہنے سے پرہیز کرتے تھے

بعد میں آہستہ آہستہ جھوٹا کہنے لگ گئے۔

نضر بن حارث کی گواہی

نضر بن حارث بھی حضور ﷺ کے دشمنوں میں سے تھا۔ اس نے بھی حضورؐ کے صدق پر گواہی دی۔ ایک دفعہ کفار آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ حج کے موقعہ پر باہر سے آنے والے لوگوں کو ہم آنحضرتؐ کے متعلق کیا کہیں گے۔ ایک نے ان میں سے کہا کہ ہم کہہ دیں یہ شخص جھوٹا ہے تو نضر بن حارث کھڑا ہو گیا اور جوش کے ساتھ کہا:۔

قَدْ كَانَ مُحَمَّدٌ فِيْكُمْ غُلَامًا حَدَثًا اَرْضَاكُمْ فِيْكُمْ وَاَصْدَقَكُمْ حَدِيْثًا وَ اَعْظَمَكُمْ اَمَانَةً حَتّٰى اِذَا رَأَيْتُمْ فِيْ صُدْغَيْهِ الشَّيْبَ وَجَاءَكُمْ بِمَا جَاءَكُمْ بِهٖ قُلْتُمْ سَاحِرٌ لَا وَاللّٰهِ مَا هُوَ بِسَاحِرٍ۔

(شفاء قاضی عیاض)

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے درمیان جوان ہوا۔ اس کے اخلاق پسندیدہ تھے۔ وہ تم میں سب سے زیادہ سچا تھا۔ نہایت امین تھا۔ وہ اسی حالت میں رہا یہاں تک کہ تم نے اس کی کنپٹیوں میں سفید بال دیکھے یعنی وہ ادھیڑ عمر کو پہنچ گیا۔ اس وقت جب اس نے اپنی تعلیم کو تمہارے سامنے پیش کیا تم کہنے لگے جھوٹا ہے جھوٹا ہے۔ خدا کی قسم وہ جھوٹا نہیں ہے (یعنی لوگ ہرگز اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے کہ وہ جھوٹا ہے۔)

اس روایت میں کئی باتیں بیان ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ اس میں ساری عمر پر بحث کی گئی ہے یعنی جوانی سے ادھیڑ عمر تک۔ بچپن کے زمانہ کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس پر کوئی عقلمند اعتراض نہیں کیا کرتا۔ دوسری بات اس میں یہ ہے کہ آپؐ کے اخلاق اور خصوصیات اس میں تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں۔ تیسری بات یہ کہ یہ ایک ایسے دشمن کی طرف سے روایت ہے کہ جو اس کے بعد آپؐ کے قتل کے واقعہ میں شامل ہوا اور کفر کی حالت میں ہی مارا گیا۔ چوتھی بات اس میں یہ ہے کہ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کے اخلاق کا کیسا گہرا نقش ان کے دلوں پر تھا کہ ایک دشمن اپنے گھر میں ایسا فقرہ کہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آنحضرتؐ کا اخلاقی نقش اس کے دل پر غلبہ کر گیا اور اس کی عداوت دب گئی اور وہ مجبور ہو گیا کہ اس صداقت کا اس قدر پرزور الفاظ میں اعلانیہ اقرار کرے۔

ابو سفیان کی گواہی

آنحضورؐ کے چچا حضرت ابو سفیانؓ نے بھی ایمان لانے سے قبل حضورؐ کے صدق کی گواہی دی۔ بخاری میں حضرت ابو سفیان کی روایت آئی ہے کہ جب ہرقل کے پاس آنحضورؐ کا تبلیغی خط پہنچا تو اس نے تلاش کروایا کہ عرب کا کوئی آدمی ہے جس سے ہم اس مدعی کے حالات دریافت کریں۔ آخر ابو سفیان اور اس کا قافلہ جو تجارت کے لئے وہاں گیا ہوا تھا دربار میں حاضر کیا گیا۔ ہرقل نے ابو سفیان کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے کھڑا کر دیا اور کہا کہ اگر یہ جھوٹ بولے تو فوراً بتا دینا۔ اس کے بعد ہرقل اور ابو سفیان کے درمیان سوال و جواب کا

سلسلہ شروع ہوا۔ اس سلسلہ گفتگو میں ہرقل نے ابو سفیان سے پوچھا:۔

فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا۔

(بخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ)

یعنی کیا تم لوگ اس کے دعوی سے پہلے اس کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ ابو سفیان کہتا ہے کہ میں نے کہا نہیں۔ ایک روایت میں ابو سفیان نے ذکر کیا ہے کہ میرا دل چاہتا تھا کہ اس جگہ کچھ جھوٹ بول دوں مگر پھر ڈرا کہ ساتھی اس جھوٹ کا اظہار کردیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس واقعہ کو یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ قیصر روم نے ابو سفیان کو جو تجارت کی تقریب سے معہ اپنی ایک جماعت کے شام کے ملک میں وارد تھا اپنے پاس بلایا اور اس وقت قیصر اپنے ملک کی سیر کرتا ہوا بیت المقدس میں یعنی یروشلم میں آیا ہوا تھا اور قیصر نے ہمارے نبی ﷺ کی نسبت ابو سفیان سے جو اس وقت کفر کی حالت میں تھا بہت سی باتیں پوچھیں اور ابو سفیان نے اس وجہ سے جو اس دربار میں آنحضرت ﷺ کا ایک سفیر بھی موجود تھا۔ جو تبلیغ اسلام کا خط لے کر قیصر روم کی طرف آیا تھا بجز راست گوئی کے چارہ نہ دیکھا کیونکہ قیصر نے ان امور کے استفسار کے وقت کہہ دیا تھا کہ اگر یہ شخص واقعات کے بیان کرنے میں کچھ جھوٹ بولے تو اس کی تکذیب کرنی چاہئے۔ سو ابو سفیان نے پردہ دری کے خوف سے سچ سچ ہی کہہ دیا اور جس قدر قیصر نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کی نسبت کچھ حالات دریافت کئے وہ سچائی کی پابندی سے بیان کردیئے۔ گو اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ صحیح طور پر بیان کرے مگر سر پر جو مکذبین موجود تھے۔ وہ خوف دامنگیر ہوگیا اور جھوٹ بولنے میں اپنی رسوائی کا اندیشہ ہوا"۔

(روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۳۷۴-۳۷۵)

امیہ بن خلف اور اس کی بیوی کی گواہی

حضرت بلالؓ کا آقا امیہ بن خلف اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے تھا لیکن ایک موقعہ پر اس نے بھی حضورؐ کی سچائی کی گواہی دی اور یہ کہا کہ حضورؐ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ سعد بن معاذ عمرہ کرنے کی نیت سے چلے اور ابو صفوان امیہ بن خلف کے مہمان بنے۔ امیہ بھی جب شام کی طرف جاتا تھا اور راستے میں مدینہ ٹھہرتا تو سعد کے پاس ٹھہرتا۔ سعد بن معاذ نے طواف کعبہ کی خواہش ظاہر کی تو امیہ نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ او دوپہر ہونے کا انتظار کرو۔ جب لوگ اپنے کام کاج میں مشغول ہو جائیں گے تو پھر طواف کے لئے چلیں گے۔ جب سعد نے طواف شروع کیا تو اچانک ابو جہل آگیا اور کہا کہ کعبہ کا طواف کون کر رہا ہے۔ سعد نے کہا کہ میں ہوں۔ ابو جہل نے کہا کہ تم کعبہ کا طواف اس اطمینان سے کر رہے ہو حالانکہ تم نے محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے شہر میں رہائش کے لئے جگہ دی ہے۔ سعد نے کہا ہاں! اس پر دونوں کی لڑائی

شروع ہو گئی۔ امیہ نے سعد سے کہا ابوالحکم (ابو جہل) پر اپنی آواز بلند نہ کرو اس لئے کہ وہ وادی (وادی مکہ) کا سردار ہے۔ سعد نے کہا کہ اگر تم مجھے طواف کرنے سے روکو گے تو خدا کی قسم میں تمہاری شام کی تجارت بند کردوں گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ امیہ مسلسل سعد سے یہ بات کہتا رہا اور ان کو روکتا رہا یہاں تک کہ سعد کو غصہ آگیا اور کہا تو میرے سامنے سے ہٹ جا اس لئے کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوگا۔ امیہ نے کہا کیا مجھے؟ سعد نے کہا ہاں تجھے۔ اس پر بے اختیار امیہ کے منہ سے نکلا کہ "وَاللّٰہِ مَا یَکْذِبُ مُحَمَّدٌ اِذَا حَدَّثَ" خدا کی قسم محمدؐ جھوٹ نہیں بولتے۔ اس کے بعد امیہ اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ مجھ سے میرے یثربی بھائی نے کیا کہا۔ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ میں نے محمدؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں ان کے ہاتھوں قتل ہوں گا اس پر اس کی بیوی نے کہا "فَوَاللّٰہِ مَا یَکْذِبُ مُحَمَّدٌ" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کفار میدان بدر کی طرف جانے لگے اور اس کا اعلان ہو گیا تو امیہ سے اس کی بیوی نے کہا کہ تمہیں یاد نہیں رہا کہ تم سے تمہارے یثربی بھائی نے کیا کہا تھا۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اس پر امیہ نے نہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا لیکن ابو جہل نے اسے اکسایا اور کہا کہ تو مکہ کے سرداروں اور شرفاء میں سے ہے۔ ایک دو دن تو ہمارے ساتھ چلو۔ چنانچہ اس پر وہ ان کے ساتھ ہو لیا جہاں خدا نے اسے جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کروادیا۔

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء بات علامات النبوۃ فی الاسلام حدیث نمبر ۸۳۴)

قوم کی گواہی

آنحضورؐ کی قوم آپؐ کے دعویٰ سے پہلے آپؐ کے صدق و امانت کا علی الاعلان اقرار کرتی تھی اور اس بات کی گواہی دیتی تھی کہ آپؐ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ آنحضورؐ نے اپنی سچائی کو ہی اپنے دعویٰ کے ثبوت کے طور پر پیش فرمایا جب آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت دعویٰ نبوت فرمایا تو کسی نے کہا کہ نعوذ باللہ پاگل ہو گیا ہے۔ کسی نے کہا جھوٹ بولتا ہے۔ کسی نے کہا اس پر جادو کیا گیا ہے۔ کسی نے کہا بتوں کی ناراضگی کی اسے سزا ملی ہے۔ غرض عجیب عجیب قسم کی باتیں آپؐ کے متعلق مشہور ہونے لگیں۔ جب ان باتوں کا چرچا ہوا تو ایک دن آپؐ نے تمام مکہ والوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں فرمایا کہ تم میرے رشتہ دار ہو۔ مجھے دیر سے جانتے ہو۔ میری عادات سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہو۔ تم یہ بتاؤ کہ کیا میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے۔ ان سب نے متفقہ طور پر کہا کہ ہرگز نہیں آپؐ ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ آپؐ کی راستبازی مسلم ہے۔ اس پر رسول کریمؐ نے اپنی صداقت شعاری ان سے منوانے کے لئے ایک اور بات کہی۔ بعض جگہیں ایسی ہوتی ہیں جہاں جنگل ہوتا ہے اور ان میں اگر کوئی لشکر چھپنا چاہے تو بڑی آسانی سے چھپ سکتا ہے لیکن بعض ایسے چٹیل میدان ہوتے ہیں کہ ان میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ دور دور تک آدمی دکھائی دیتا ہے۔ مکہ کے
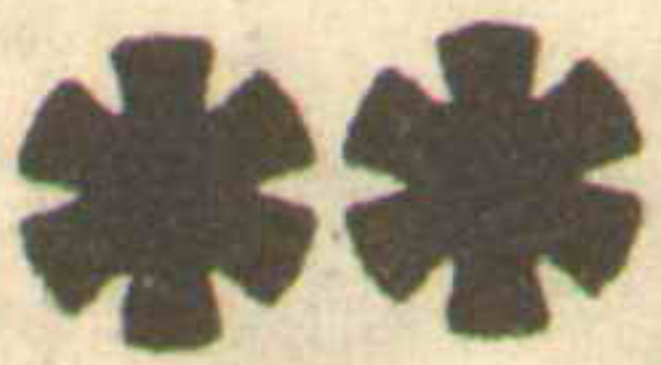
اردگرد بھی ایسی جگہ ہے کہ اس میں کوئی بڑا لشکر چھپ نہیں سکتا۔ جب مکہ والوں نے کہا کہ ہم نے ہمیشہ آپ کو راستباز پایا ہے تو رسول کریمؐ نے فرمایا تم مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک بڑا جرار لشکر تم پر حملہ کرنے کے لئے چھپا بیٹھا ہے تو کیا تم میری اس بات کو تسلیم کرلوگے۔ یہ ایک ایسی بات تھی جو قطعی طور پر ناممکن تھی۔ اگر کوئی لشکر مکہ پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو وہ اس پہاڑی کے پیچھے چھپ ہی نہیں سکتا مگر باوجود اس کے کہ یہ بات بالبداہت ناممکن تھی۔ انہوں نے کہا ہاں اگر آپؐ یہ کہیں گے کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر چھپا بیٹھا ہے تو باوجود اس کے کہ ہماری آنکھیں اس کو نہیں دیکھتی ہوں گی۔ ہم آپؐ کی بات کو درست تسلیم کریں گے۔ یہ آپؐ کی صداقت کی کتنی زبردست دلیل ہے جس کا مکہ والوں نے اپنی زبان سے اقرار کیا کہ اگر ناممکن اور نظر نہ آنے والی بات بھی آپ بیان کریں گے تو ہم اسے ضرور مان لیں گے۔ ہم اپنی آنکھوں کو جھوٹا قرار دیں گے مگر آپؐ کی بات کو تسلیم کرلیں گے۔ جب انہوں نے اس طرح رسول کریمؐ کی صداقت اور آپؐ کی راستبازی کا علی الاعلان اقرار کیا تو رسول کریمؐ نے فرمایا کہ اگر میری صداقت پر تمہیں ایسا ہی یقین ہے تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ خدا نے مجھے یہ کہا ہے کہ میں اس کا رسول ہوں اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں ڈراؤں اور بتوں کی پرستش سے روکوں اگر تم میری بات نہیں مانوگے تو تباہ ہو جاؤگے۔ اس پر وہی لوگ جو ابھی چند منٹ پہلے آپؐ کو راستباز کہہ رہے تھے ہنسی اور مذاق کرتے ہوئے منتشر ہوگئے اور کسی نے کہا جھوٹ بولتا ہے۔ کسی نے کہا پاگل ہوگیا ہے۔ کسی نے کہہ دیا دماغ خراب ہوگیا ہے

(بحوالہ تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ ۶۴-۶۵)
(بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ اللھب)

آیئے آج ہم بھی یہ عہد کریں کہ سچائی کو اسی طرح اپنائیں گے جیسا کہ ہمارے پیارے آقا نے اپنایا اور ہر احمدی کے لئے ہر مخالف بھی یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ "احمدی کبھی جھوٹ نہیں بولتا"۔

**

الرفیق پولٹری

بسم اللہ اسکوائر۔ یونٹ ۲

لطیف آباد حیدر آباد

ہمارے ہاں پولٹری کی دوائیں اور

پولٹری برتن دستیاب ہیں۔

نت نئے ڈیزائنوں کے ساتھ سونے

اور چاندی کے زیورات بنوانے کے لئے

ہماری خدمات حاصل کریں۔

میاں غلام مصطفٰے جیولرز

سی بلاک صرافہ بازار۔ اوکاڑہ

پروپرائٹر:۔ میاں غلام قادر

فون گھر:۔ ۵۲۱۳۵۴ - ۰۴۴۲

دکان:۔ ۵۱۱۳۵۵ - ۰۴۴۲

" :۔ ۵۱۴۶۷۷ - ۰۴۴۲

ایم۔ ٹی۔ اے اِنٹرنیشنل کی چوبیس گھنٹے کی نشریات کے شروع

ہونے پر عالمگیر جماعت احمدیہ کو دِلی مبارکباد۔

منجانب :۔ **الرحمٰن کنفیکشنری سٹور**

تھر بازار۔ کنری۔ سندھ

پروپرائٹر:۔ حاجی محمد کریم اینڈ برادرز

مددگار کارکن

(مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز صاحب پروازی سویڈن)

بعض الفاظ کسی ماحول کے ساتھ مخصوص ہو کر رہ جاتے ہیں اور اس ماحول سے ہٹ کر استعمال میں آئیں تو لوگوں پر ان کے معانی واضح نہیں ہوتے حالانکہ الفاظ میں کوئی ہیر پھیر یا گنجلک نہیں ہوتی ہے۔ یہی حال سیاق و سباق کا ہے اور علم معانی والوں نے الفاظ کی صحیح روح کو سمجھنے کے لئے سیاق و سباق پر بہت زور دیا ہے۔ یہ باتیں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بعض الفاظ جماعت احمدیہ کے ماحول سے مخصوص ہیں اور دوسروں کے سامنے وہ الفاظ استعمال ہوں تو دوسرے ان لفظوں کو سمجھنے کے باوجود ان لفظوں کی معنویت سے آشنا نہیں ہو پاتے۔ ایسے دو لفظ ہیں "وقار عمل" اور مددگار کارکن "! ہمیں یاد ہے کہ کالج کے ایک مباحثہ میں ہمارے دوست منور احمد نمی نے جو قائد حزب اختلاف تھے، قائد ایوان کے ساتھیوں کو قائد ایوان کے مددگار کارکن کہہ کر مخاطب کیا تو سارا ہال بے حال ہو گیا مگر باہر سے آئے ہوئے مقررین بتر بتر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ بات صرف اتنی تھی کہ ربوہ کے ماحول میں مددگار کارکن کا لفظ ایک خاص معنویت کا حامل تھا جس معنویت سے باہر والے آشنا نہیں تھے۔

وقار عمل کا لفظی ترجمہ ہے عمل کرنے کا اعزاز۔ مگر جماعت کے ماحول میں یہ ایک اصطلاح ہے جو اجتماعی خدمت خلق کے لئے استعمال ہوتی۔ ہاتھ سے کام کرنا، محنت کا کام کرنے میں عار محسوس نہ کرنا۔ خلق خدا کی خدمت کے لئے جسمانی مشقت سے بھی گریز نہ کرنا۔ وہ جو ذوق نے کہا تھا کہ:-

نام مطلوب ہے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا، چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

یہ ساری باتیں جماعت کی اصطلاح میں ایک دو لفظی ترکیب میں سمٹ کر آگئی ہیں۔ وہ اصطلاح ہے وقار عمل۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ میں خدمت خلق ایک بنیادی عمل ہے۔ دوسرے ایسے عمل کرتے ہیں نہ وقار عمل کے معنوں ہی کو سمجھ پاتے ہیں۔

اس مضمون کا اصل نکتہ تو "مددگار کارکن" ہیں۔ ایسے مددگار کارکنان جنہوں نے اپنی زندگیاں سلسلہ کے لئے وقف رکھیں اور تادم آخر خدمت پر مستعد رہے۔ مددگار کارکن کی اصطلاح حضرت مصلح موعود (خدا آپ سے راضی ہو) کی وضع کردہ ہے کہ ادنی خدمت پر مامور ہونے والے کارکنوں کو احساس کمتری نہ ہو۔ یہاں سویڈن میں رہ کر احساس ہو رہا ہے کہ ان لوگوں نے شاید یہ جذبہ جماعت احمدیہ سے سیکھا ہے۔

یہاں ہر کام کرنے والا برابر ہے۔ کوئی کسی سے برتر یا کم تر نہیں۔ ہم نے اپنے یونیورسٹی کے شعبہ میں صفائی کرنے والے کارکن کو صدر شعبہ کے دوش بدوش ایک ہی میز پر بیٹھے کھانا کھاتے دیکھا ہے۔ پاکستان میں یا دوسرے اسلامی ممالک میں ایسی برابری اور رواداری کہاں؟ ہاں ربوہ میں ہم نے ناظروں اور مددگار کارکنوں کو ایک ہی صف میں بیٹھ کر کھانا کھاتے دیکھا ہوا ہے۔

بات دور نکلی جا رہی ہے ہم اس مضمون میں انجمن کے بعض مددگار کارکنوں اور ان کے اخلاص کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی انجمن کی کلرکی کے دوران بیت المال کے مددگار کارکن سرفراز خان سے ہماری دوستی ہوگئی۔ سرفراز خان اونچے لمبے قد کے چھریرے بدن کے آدمی تھے۔ پنجابی بھی وہی پٹھانوں والی بولتے تھے۔ نسوار کے بھی رسیا تھے مگر ہم نے انہیں دفتر سے دوسرے دفتر تک نہایت پھرتی اور تیزی سے "ڈاک" لے جاتے دیکھا ہے۔ ان کی نسوار ان کی مستعدی پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔ یہاں سویڈن میں سویڈ لوگوں کو جگہ بجگہ نسوار تھوکتے دیکھتے ہیں تو اپنے سرفراز خان کی نفاست یاد آتی ہے کہ نسوار تھوکنے کو گناہ کبیرہ جانتے تھے۔ کچے کوارٹروں کی بات ہے حافظ غلام محی الدین صاحب کے چائے خانہ میں چائے پیتے ہوئے سرفراز خان سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مولوی مصلح الدین صاحب راجیکی ایک بنچ پر اکڑوں بیٹھے تھے۔ ان سے مودب فاصلہ پر سرفراز خان بیٹھے تھے۔ حافظ صاحب نے کوئی بات کی تو سرفراز خان نے کہا حافظ صاحب یہ بزرگوں کی اولاد سامنے بیٹھی ہے بس اسی کو دیکھنے سننے کو یہاں بیٹھا ہوں۔ سرفراز خان کی یہ بات ہمیں بہت بھائی۔ بالکل اکل کھرا چٹا ان پڑھ پٹھان مگر بزرگوں کی اولاد کا یہ احترام کہ پہروں سامنے بیٹھ کر انہیں دیکھتے رہنا! جس زمانہ کی یہ بات ہے سرفراز خان کی عمر پچاس پچپن برس تو ضرور رہی ہوگی۔ اس کے بعد ہم نے مدتوں انہیں خدمت پر مستعد دیکھا۔ سر پر صافہ لپیٹتے تھے۔ ایک سفید چادر کی بکل مار لیتے۔ یہ میرا ذوقی اندازہ ہے کہ یہ بالکل مولوی مصلح الدین صاحب کے تتبع اختیار کی ہوگی۔ واللہ اعلم! ہمیں سرفراز خان کی اس بات کے سوا اور کوئی بات یاد نہیں مگر یہی بات کیا کم ہے؟۔

پھر ہم نے حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے مددگار کارکن بشیر کو دیکھا۔ بشیر انجمن کا کارکن شاید نہیں تھا حضرت میاں صاحب کا ذاتی خدمت گزار تھا مگر دفتر کی ڈاک گھر لے جانے اور گھر سے ڈاک دفتر لانے کا کام اس کے سپرد تھا۔ بھاری بھرکم جسم' پاؤں میں ہوائی چپل۔ بشیر دفتر آتا تو سب سے ہاتھ ملاتا اور مدتوں بعد جب تک وہ جیا جب بھی ہمارا آمنا سامنا ہوا بشیر نے لپک کر ہاتھ ملانے میں ہمیشہ پہل کی۔ اس شخص کی باتوں میں حضرت میاں صاحب کی صحبت میں رہ کر اتنی ملائمت پیدا ہوگئی تھی کہ کسی شخص کا اسے نظر انداز کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔

بشیر نام کا ایک مددگار کارکن دفتر الفضل میں بھی تھا۔ جس کے بارہ میں برادرم محمد احمد حامی نے لکھا ہے کہ "وہ بچوں کی طرح مچلا کرتا تھا" اس کے مچلنے کے ہم بھی گواہ ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ تنویر صاحب (مراد روشن دین صاحب تنویر سابق ایڈیٹر الفضل۔ مدیر) کا حد سے زیادہ خدمت گزار تھا اور تنویر صاحب بھی اس کے ناز اٹھاتے تھے۔ وہی تنویر صاحب کا سودا

سلف لاتا۔ ڈاک لاتا' سب کام کرتا تھا۔ گرمی سردی اس پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔ ہم نے بشیر کو جوانی سے بال سفید ہونے تک تنویر صاحب کی خدمت پر مستعد دیکھا۔ تنویر صاحب مرحوم کہا کرتے تھے "اگر دھوپ میں بال سفید کرنے کا عملی ثبوت چاہتے ہو تو ہمارے بشیر کو دیکھو"۔

کالج کا مددگار کارکن بابا شادی تو اپنی ذات میں ایک انجمن تھا۔ بابا شادی۔ زباں پہ بارے خدایا یہ کس کا نام آیا! اتنا مخلص' مستعد' اتنا جاں نثار' دھن کا پورا' کام کا پکا۔ آدمی کیا تھا مولوی اسمٰعیل میرٹھی کی پن چکی تھی:۔

نہر پر چل رہی ہے پن چکی
دھن کی پوری ہے کام کی پکی

شادی اور کالج لازم و ملزوم تھے۔ دونوں ایک دوسرے میں یوں مدغم تھے کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا ممکن ہی نہیں تھا اور موت ہی شادی کو کالج سے جدا کر پائی۔ جیتے جی شادی نے کالج کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ کالج کے زمانہ میں شادی دو چار دن کے لئے بھی کہیں چلا جاتا تو کالج کی فضا سونی لگتی۔ وہ سٹاف اور طلباء میں یکساں مقبول تھا۔ خدا جانے کس مٹی کا بنا ہوا تھا۔ ہم نے کیا کسی نے بھی اسے تھکتے نہیں دیکھا۔ دن رات مستعد' دن میں کالج کی مددگار کارکنی اور رات کو کالج کی چوکیداری! اس کی چوکیداری کا یہ عالم تھا کہ ہم نے رات کے اوقات میں بھی اسے بہت ہی کم سوتے یا غافل ہوتے دیکھا۔ وہ اساتذہ اور طلباء کو ان کی چال سے پہچان لیتا تھا اور اس کی پہچان کبھی غلط نہیں ہوئی۔ طلباء میں اس کی مقبولیت کا یہ نظارہ ابھی ہم نے پچھلے برس دیکھا کہ جرمنی کے سفر کے دوران عزیزی نعیم شاہ کے ہاں بیٹھے ہوئے شادی کا تذکرہ ہوا تو عزیزی نعیم شاہ اٹھ کر اندر گیا اور شادی کی دو تصویریں لا کر ہمارے سامنے رکھ دیں کہ یہ بابا شادی جو ہمارے دلوں میں اب بھی زندہ ہے۔

ہمارے ساتھ اس کی دوستی کی بہت سی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہم نے شادی کے ہاتھوں میں کھیل کر کالج کی تعلیم حاصل کی تھی اور پھر کالج میں پڑھانے پر مامور ہوئے تھے۔ شادی اس تعلق پر بہت خوش تھا۔ ایک دو بار لوگوں نے کہا بھی کہ "تم کیا ہر وقت اس کے لئے چائے ڈھوتے رہتے ہو؟" شادی نے ہنس کر جواب دیا یہ یہیں میری آنکھوں کے سامنے اسی کالج میں پروفیسر بنا ہے اس لئے مجھے اچھا لگتا ہے! یہ شادی کی محبت تھی۔ ہم بھی حتی الوسع اس کی دلجوئی کرتے رہتے تھے مگر خدا شاہد ہے کہ شادی نے ہماری خدمت کے عوض کبھی کسی معاوضہ کی توقع نہیں رکھی۔ اتنا بے لوث اور بے نفس آدمی ہم نے نہیں دیکھا۔ مدتوں بعد گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں ایک بہشتی ہماری خدمت پر مستعد ہوا۔ وہ بڑے دور سے ہمارے لئے پینے کا پانی ڈھو کر لاتا تھا۔ ایک بار ہم نے اسے انعام کے طور پر کچھ پیسے دینا چاہے تو کہنے لگا "پانی پلانے کے پیسے لوں؟" ہمیں اس کی یہ ادا بہت بھائی۔ یونہی خیال آیا کہ اس کے طور اطوار احمدیوں والے ہیں یقیناً احمدی ہوگا جو خوف فساد خلق سے خاموش ہے اور ہمارا اندازہ درست نکلا۔ جس روز کالج والوں نے ہمارے احمدی ہونے کے خلاف ہنگامہ برپا کیا وہ خاموشی سے ایک طرف پڑا دیکھتا رہا اور پھر روتا ہوا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا "سر جی! حضور کو دعا کے لئے لکھنا تو میرے لئے بھی عرض کرنا" خدا معلوم اب وہ بیچارا کس حال میں ہے! اللہ اس کے

ساتھ ہو۔ بات شادی سے چلی تو اس بہشتی کی طرف چلی گئی کیونکہ اس کا نام بھی شادی تھا۔ شاید شادی نام کے سارے کارکن ہی اچھے ہوتے ہیں۔

شادی کا کالج میں رعب داب بھی بہت تھا اور اس رعب داب کی وجہ یہ تھی کہ سب لوگ ہی اس کے خلوص کے قائل تھے۔ ایک بار حضرت خلیفہ المسیح الثالث ؒ خلافت پر فائز ہونے سے کچھ ہی عرصہ پہلے کئی دنوں بلکہ کئی مہینوں کالج تشریف نہ لاسکے کیونکہ ان کے کندھوں پر انجمن اور جماعت کے دیگر اداروں کا بوجھ تھا۔ ایک روز ذرا سی فرصت ملی تو حضور کالج تشریف لے گئے۔ گاڑی کاریڈور کے سامنے کھڑی کی اور دفتر میں جانے کے لئے بڑھے۔ شادی نے دیکھا تو دور ہی سے آوازہ لگایا "بسم اللہ بسم اللہ! اج فوجاں کدھر بھل پئیاں نیں" (یعنی آج آپ بھول کر ادھر کیسے آنکلے ہیں)۔ یہ شادی کا ہی جگرا تھا! حضرت صاحب نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور اندر چلے گئے۔

خلافت پر فائز ہونے کے بعد حضور کالج میں تشریف لائے۔ سارا سٹاف حضور کے استقبال کے لئے کھڑا تھا۔ شادی بھی ایک کونہ میں دبکا کھڑا تھا۔ حضور سے مصافحہ کا موقع ملا تو کہنے لگا "حجور صاحب جی! ایک عرض کروں؟" حضور نے فرمایا ہاں شادی کہو۔ شادی کہنے لگا حضور میں مرجاؤں تو مجھے ادھر کالج ہی میں کہیں توپ تاپ دینا کالج سے باہر نہ نکالنا۔ شادی نے اتنے خلوص سے یہ بات کہی کہ سب کی آنکھیں گیلی ہوگئیں۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ کالج قومیایا گیا۔ شادی نے خدمت جاری رکھی مگر کچھ عرصہ بعد اپنے کسی عزیز کو ملنے کے لئے سرگودھا کے قریب کسی گاؤں میں گیا۔ وہاں موت نے آلیا۔ کسی نے اس کی خبر بھی کالج میں نہ بھیجی۔ شادی بیچارہ اجنبی زمین میں پیوند خاک ہوگیا۔ ہمیں یقین ہے کہ شادی کالج میں مرتا تو اس کی قبر کالج ہی میں بنتی۔ مگر شادی مرا کہاں ہے۔ کالج کے استادوں اور طالب علموں کے دلوں میں زندہ ہے۔

اب ایک اور مددگار کارکن بابا شریف۔ اصلاح وارشاد کے دفتر میں تھے۔ پھر بیت مبارک کے خادم مقرر ہوئے۔ جہاں ملتے نہایت پیار سے ملتے۔ پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر کے دو مددگار کارکن یاد ہیں مگر ان کے نام یاد نہیں۔ دن رات خدمت پر مستعد مگر خوش۔ ہمارے ابا کے دفتر کے مددگار کارکن یعقوب تھے۔ ہمارے ابا مرحوم کا مدت العمر دستور رہا کہ گھر میں دودھ دینے والی بھینس ضرور پالتے تھے۔ یعقوب دن میں دفتر کا کام نپٹاتا اور پچھلے پہر بھینس کے لئے چارہ کاٹ کر لاتا۔ اس محنت کے اسے الگ سے پیسے دیئے جاتے تھے۔ عیالدار آدمی تھا۔ دن رات کی محنت سے بمشکل بیوی بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ اباجی مرحوم ہمیشہ اس سے سلوک کرتے رہتے تھے۔ ہمارے گھر میں اکثر گاؤں کے مہمان آتے رہتے تھے اور وہ گھی، مکی، 'گڑ' گنے لاتے رہتے تھے۔ ان تمام تحفوں میں سے یعقوب کا حصہ الگ سے اور پہلے نکلتا تھا۔ ہمیں یاد ہے ابا جی کی وفات کے بعد بھی یعقوب ہمارے گھر کا کام کرتا رہا اور ہماری امی پابندی سے اس کے حصے کے تحفے اسے دیتی رہیں۔ ہم سب بہن بھائیوں کو سختی سے تاکید تھی کہ یعقوب کے ساتھ ہمیشہ عزت واحترام سے پیش آیا جائے۔ اس باب میں ابا جی مرحوم کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ اب بھی ہم اور ہماری اولادیں سب یعقوب کا اسی طرح احترام کرتے ہیں۔

دو مددگار کارکن ایسے تھے جن کی اولادوں کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت سے نوازا۔ ایک تو ہمارے چوہدری رمضان صاحب تھے۔ عمر بھر تبشیر کے مددگار کارکن رہے اور ہمیشہ اس خدمت پر فخر کرتے رہے۔ ان کے صاحبزادے مکرم ماسٹر محمد اعظم نے اپنے دور میں بڑی نیک کمائی کی اور جب جواں عمری ہی میں ان کا انتقال ہوا تو ربوہ کے طالب علموں نے مدتوں ان کا سوگ منایا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مقبول استاد تھے۔ انہی چوہدری محمد رمضان صاحب کے صاحبزادے برادرم پروفیسر محمد ارشد ہیں۔ برادرم عزیزم ارشد نے بھی ہماری طرح خود محنت کر کے ٹیوشنیں پڑھا پڑھا کر تعلیم حاصل کی اور کالج میں فزکس کے استاد مقرر ہوئے اور اپنے مضمون میں ممتاز استاد شمار ہوئے۔ مدتوں افریقہ کے کسی ملک میں خدمت کی توفیق پائی۔ آج کل ربوہ میں مقیم ہیں اور الفضل انٹرنیشنل میں خوب خوب مضمون لکھ رہے ہیں۔ دوسرے کارکن میاں غلام محمد صاحب تھے جو بہشتی مقبرہ کے گورکن تھے۔ ان کا بیٹا سلیم ہمارا کلاس فیلو تھا۔ سلیم ان دنوں کینیڈا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوب خوشحال اور خوش ہے۔ سلیم کے ابا گورکنی کرتے تھے اور سلیم خود بسوں کے اڈہ پر محنت مزدوری کرتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اصرار کے ساتھ اسے کالج میں داخل کیا۔ سلیم نے کالج کا طالب علم ہونے کے باوجود محنت مزدوری سے ذرا جی چرایا نہ عار ہی محسوس کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا اجر یہ دیا کہ سلیم ایم۔ اے تک پڑھا اور کینیڈا میں بیاہا گیا۔ باباجی نے بھی اپنی محنت مزدوری کی نوکری میں کبھی عار محسوس نہیں کی۔

جماعت احمدیہ کے یہ بظاہر چھوٹے کارکن تھے مگر

بقیہ صفحہ 56 پر

بقیہ از صفحہ..... 57

میں سے 347 افراد احمدی نہیں تھے۔ قریباً 29 ضرورتمند افراد کو BLOOD BAGS بھی بازار سے خرید کر مفت مہیا کئے گئے۔ اس عرصہ کے دوران 586 خدام اور 11 دیگر افراد نے رضاکارانہ طور پر اپنے خون کا عطیہ پیش کیا۔ 250 خدام اور 88 دیگر افراد نے EXCHANGE کی بنیاد پر خون کا عطیہ دیا۔ اس عرصہ کے دوران 1024 افراد کی فری بلڈ گروپنگ بھی مرکز عطیہ خون میں کی گئی۔ جن کا ریکارڈ دفتر میں محفوظ کیا گیا۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مرکز عطیہ خون میں خون کا عطیہ پیش کرنے کے لئے آنے والے ہر شخص کا بلڈ گروپ مفت ٹیسٹ کیا جاتا ہے۔ اگر اس وقت ضرورت نہ ہو تو ایسے افراد کے کوائف ایک علیحدہ رجسٹر میں نوٹ کر لئے جاتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر ان سے فوری رابطہ کر لیا جاتا ہے۔ خون کی منتقلی سے پہلے تمام ضروری ٹیسٹوں خصوصاً ایڈز ٹیسٹ کی سہولت بھی یہاں موجود ہے۔

یہ سلسلہ محض خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو شرف قبولیت بخشے۔ تمام کارکنان اور عطیہ خون پیش کرنے والے جملہ افراد کو اپنی رضا سے نوازے اور آئندہ پہلے سے بڑھ کر خدمت کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

عطیہ خون خدمت، بھی عبادت بھی

وکالت وقف نو

واقفین نو اور ان کے خاندان کی ذمہ داری

(مرسلہ ناصر احمد صاحب طاہر)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"واقفین زندگی کی بیویوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ سلیقہ سیکھیں کہ کسی سے اس کی توفیق سے بڑھ کر نہ توقع رکھیں نہ مطالبہ کریں اور قناعت کے ساتھ کم پر راضی رہنا سیکھ لیں۔ اس ضمن میں ایک اہم بات جو بتانی چاہتا ہوں کہ حضرت مصلح موعود نے واقفین کی تحریک کے ساتھ ایک یہ بھی تحریک فرمائی کہ امیر گھروں کے بچوں کے لئے گھر کے باقی افراد کو یہ قربانی کرنی چاہئے کہ اس کے وقف کی وجہ سے اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ کچھ مالی مراعات مہیا کریں اور یہ سمجھیں کہ جتنا مالی لحاظ سے ہم اس کو بے نیاز بنائیں گے اتنا بہتر رنگ میں وہ قومی ذمہ داریوں کی امانت کا حق ادا کر سکے گا۔ اس نصیحت کا اطلاق صرف امیر گھرانوں پر نہیں بلکہ غریب گھرانوں پر بھی ہوتا ہے۔ ہر واقف زندگی گھر کو یعنی ہر گھر جس میں کوئی واقف زندگی ہے آج ہی سے فیصلہ کر لینا چاہئے کہ خدا ہمیں جس پر رکھے گا ہم اپنے واقف زندگی تعلق والے کو اس سے کم معیار پر نہیں رہنے دیں گے یعنی جماعت سے مطالبے کی بجائے بھائی اور بہنیں یا ماں باپ اگر زندہ ہوں اور توفیق رکھتے ہوں یا دیگر قریبی مل کر ایسا نظام بنائیں گے کہ واقف زندگی بچہ اپنے زندگی کے معیار میں اپنے گھر والوں کے ماحول اور ان کے معیار سے کم تر نہ رہے۔ چنانچہ ایسے بچے جب زندگی کی دوڑ میں حصہ لیتے ہیں تو کسی قسم کے Inferiority Complex یعنی احساس کمتری کا شکار نہیں رہتے اور امانت کا حق زیادہ ادا کر سکتے ہیں"۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۷ فروری ۱۹۸۹ء)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"روحانی امور سے تعلق رکھنے والے اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بعض صحابی دن رات مسجد میں بیٹھے رہتے تھے کہ شاید حضور باہر تشریف لے آئیں اور وہ کسی بات کے سننے سے محروم رہ جائیں۔ لوگ سمجھتے ہوں کہ وہ وقت ضائع کرتے تھے لیکن نہیں وہ بہت بڑی خدمت کر رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے بھائی ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی حضور ابو ہریرہؓ تمام دن مسجد میں بیٹھا رہتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا۔ مجھے تمام دن محنت کرنی پڑتی ہے۔ آپ اسے سمجھائیں کہ کام کیا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم خدا اسی کے طفیل تمہیں رزق دے رہا ہے تو اصل میں وہ لوگ وقت ضائع نہیں کرتے تھے بلکہ بہت بڑے ثواب کا

کام کرتے تھے"۔

(خطبات محمود جلد دوم صفحہ ۱۲۵)

واقفین نو کے والدین سے چار سوال

(i) کیا آپ اپنے بچے کے لئے باقاعدگی سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اللہ کے حضور مقبول واقف زندگی ہونے کی توفیق عطا فرمائے؟

(ii) کیا آپ اپنے بچے کو دوسروں کے ساتھ تعاون کرنے کی ٹریننگ دے رہے ہیں؟

(iii) کیا آپ اپنے بچے کے دل میں وطن سے محبت پیدا کر رہے ہیں؟

(iv) کیا آپ اپنے بچے کو اس کے اپنے ہاتھ سے چندہ دینے کی عادت ڈال رہے ہیں؟

تحریک وقف نو کی برکت سے اللہ نے بارہ سال بعد بیٹا عطا فرمایا

مکرم و محترم ڈاکٹر طارق احمد سیکرٹری واقفین نو، نوشہرہ مورخہ ۱۹ مارچ ۹۴ء کو تحریر کرتے ہیں:۔

"نوشہرہ کے مکرم پروفیسر مرزا بشیر احمد صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ کے ہاں تین لڑکیاں تھیں اور قریباً بارہ سال تک پھر ان کے ہاں اولاد نہ ہو سکی۔ کئی بار کے ابارشن (ABORTION) کے بعد اور شوگر کا مرض پیدا ہو جانے کے بعد انہیں اولاد کی کوئی امید نہ تھی۔ مگر جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے تحریک وقف نو کا اعلان سن کر انہوں نے اپنے ہونے والے بچے/ بچی کو وقف نو میں شامل کرنے کی نیت کی تو اللہ تعالیٰ نے بارہ سال بعد انہیں ایک بیٹے عزیز عطاء الحئی طلحہ سے نوازا۔ جس کا نام بھی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہی تجویز فرمایا"۔

(فالحمدللہ علی ذالک)

ایسے واقعات اگر آپ کے علم میں بھی ہوں تو سچے اور مصدقہ واقعات وکالت وقف نو کو ضرور بھجوائیں۔

بقیہ از صفحہ......53

درحقیقت بہت بڑے تھے۔ ان کا مقام ان کے خلوص، دیانت داری، تقوی اور محنت اور نیکی اور جماعت کے ساتھ انتہائی اخلاص کی وجہ سے بہت اہم ہے اور یہی لوگ ہیں جو آئندہ نسلوں کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے فیضان کو جاری رکھے۔ آمین

بقیہ از صفحہ..... 69

پولیمر چونکہ پانی میں آسانی سے حل ہو جاتے ہیں لہٰذا یہ سیورج کی نالیوں میں پانی سے فوراً پگھل جائیں گے اور انہیں بند کرنے کا سبب نہیں بنیں گے۔

ان بائیو پولیمرز سے روزمرہ استعمال کی مختلف اشیاء تیار کی جاسکتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جلد سے جلد ان کی تجارتی پیمانے پر تیاری شروع کی جائے تاکہ پلاسٹک سے پیدا شدہ مسائل سے جان چھڑائی جاسکے۔

مرا مطلوب و مقصود و تمنا خدمت خلق است

مرکز عطیہ خون ربوہ

(از ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف۔ صدر کمیٹی مرکز عطیہ خون)

دوسروں کی تکلیف کا احساس اور اسے دور کرنا "پانچ بنیادی اخلاق" میں شامل ہے۔ انسانی ہمدردی کے اسی جذبہ کے تحت ضرورتمند افراد کو اپنے جسم کا خون مہیا کرنا ایک نہایت گراں قدر خدمت ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ نوجوانوں میں اسی جذبہ کو اجاگر کرتے ہوئے بلا امتیاز ہر ضرورتمند شخص کی ضرورت پوری کرنے کی تحریک کرتی رہی ہے اور احمدی نوجوان خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں کئی لحاظ سے شاندار خدمات کی توفیق پاتے رہے ہیں۔ خون کا عطیہ پیش کرنے کے لئے بیشتر صحت مند خدام ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔

کچھ خدام شعبہ خدمت خلق کے تحت خدام کی بلڈ گروپنگ کرنے میں تعاون کرتے ہیں تو بعض خدام گروپنگ کے بعد تمام کوائف کو محفوظ اور UP TO DATE رکھنے کے لئے کام کرتے ہیں۔ بعض خدام ضرورت پڑنے پر ان کوائف کی مدد سے موزوں خادم کی تلاش اور عطیہ خون کے لئے ضروری تیاری میں مدد دیتے ہیں۔ پھر کچھ خدام عطیہ خون سے پہلے ضروری ٹیسٹوں اور دیگر امور کی انجام دہی میں خدمت کی توفیق پاتے ہیں۔ غرض خدام کی ایک بہت بڑی تعداد اس خدمت کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتی ہے۔

مرکز سلسلہ اور اس کے گردونواح میں اس کام کی وسعت کے پیش نظر اس خدمت کو منظم کرنے کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے جولائی 1994ء کو احاطہ بیت المہدی گولبازار ربوہ میں "مرکز عطیہ خون" قائم کیا۔ یہاں تمام ضروری آلات اور دیگر سامان کے ساتھ ساتھ ٹیلی فون کی سہولت بھی مہیا کی گئی۔ تجربہ کار لیبارٹری ٹیکنیشنز کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اس مرکز کے بہتر انتظام کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی طرف سے ہر سال ایک انتظامیہ کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے جو مرکز عطیہ خون کے جملہ انتظامات کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بااحسن انجام دہی کی توفیق پاتی ہے۔

مکرم ڈاکٹر گلزار احمد صاحب بلڈ ٹرانسفیوژن آفیسر کے فرائض سرانجام دیتے ہیں جب کہ ایڈیشنل ناظم خدمت خلق مجلس مقامی ربوہ مکرم انوار احمد خان صاحب اور ان کے معاونین مریضوں اور خدام سے رابطہ کا بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

اپنے قیام کے بعد سے جون 1996ء تک مرکز عطیہ خون کے ذریعہ 806 افراد کی خون کی ضرورت پوری کی گئی جس

بقیہ صفحہ 53 پر

جملہ اراکین مجلس خدام الاحمدیہ

صدر کراچی کی جانب سے

عالمگیر جماعتِ احمدیہ کو ایم۔ٹی۔اے

انٹرنیشنل کے چوبیس گھنٹے

کی نشریات کے اجراء پر

دلی مبارکباد قبول ہو۔

سسّی چھالیہ

عمدہ اور لذیذ سسّی میٹھی چھالیہ بنانے والوں کی جانب سے پیارے آقا اور جملہ احبابِ جماعت کو عالمی بیعت کے پُرمسرّت موقع پر دلی مبارکباد قبول ہو۔

پروپرائٹر:۔ خان بہادر

صدر۔ کراچی

اکنافِ عالم میں بسے ہوئے احمدی احباب اور سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل کی چوبیس گھنٹے کی نشریات کے اجراء اور عالمی بیعت کے پُرمسرّت موقع پر دلی مبارک باد پیش ہے۔

منصور احمد خان

زعیم خدام الاحمدیہ حلقہ محمود آباد۔ کراچی

رپورٹ پکنک اراکین عاملہ و کارکنان و بچگان مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

(از سفیر احمد قریشی۔ مہتمم صحت جسمانی)

مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ پاکستان کی مرکزی عاملہ، کارکنان دفتر اور ان کے بچگان کے ساتھ سالانہ پکنک کا پروگرام مورخہ یکم اگست ۹۶ء منعقد ہوا۔ اس غرض کے لئے محترم صدر صاحب خدام الاحمدیہ نے مجلس عاملہ کے مشورہ سے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی کی صدارت مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب مہتمم خدمت خلق کے سپرد ہوئی اور سیکرٹری خاکسار سفیر احمد قریشی مہتمم صحت جسمانی کو مقرر فرمایا اور مکرم حافظ عبدالاعلیٰ صاحب معتمد کو کمیٹی کا ممبر نامزد فرمایا۔ کمیٹی نے اپنی ایک میٹنگ میں پکنک کی تمام تفصیلات پر غور کرکے اور اس کی جزئیات کا جائزہ لے کر پروگرام ترتیب دیا۔

یکم اگست کو برج نہر پر منائی جانے والی اس پکنک کے پروگرام کا آغاز ۷ بجے "ایوان محمود" سے قافلہ کی روانگی کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ ٹھیک سات بجے شرکاء پکنک کی اکثریت احاطہ ایوان محمود میں اکٹھی ہوئی۔ محترم صدر صاحب نے اجتماعی دعا کے ساتھ قافلہ روانہ فرمایا۔ قافلہ کی روانگی بذریعہ ویگنز ہوئی۔

شرکاء پکنک جن میں بچے بھی کثیر تعداد میں شامل تھے برج نہر پر پہنچتے ہی نہانے میں مصروف ہوگئے اور ڈیوٹی پر مامور عملہ کھانا پکوائی میں مشغول ہوگیا۔ آٹھ بجے سے نہانے میں مشغول شرکاء کو ساڑھے دس بجے بلوایا گیا کہ وہ آئیں اور آلو چنے کی چاٹ سے مستفید ہوں۔ چنانچہ اس چٹ پٹی چاٹ سے وہی سلوک ہوا جو اس کا مقدر ٹھہرا۔ چونکہ صدر صاحب اور کچھ عاملہ کے ممبران نے اور ان کے بچگان نے بعد میں تشریف لانا تھا اس لئے ان کے لئے آلو چنے کی چاٹ علیحدہ سے محفوظ کرلی گئی۔ یہ قافلہ گیارہ بجے کے کچھ بعد وہاں پہنچا تو ان کی خدمت میں یہ ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد سب نہر کے ٹھنڈے پانی سے لطف اندوز ہونے کے لئے نہر میں کود پڑے۔

ایک بجے دن نماز ظہر و عصر کا پروگرام تھا۔ چنانچہ تمام شرکاء کو اس کی تیاری کے لئے ہدایت کی گئی اور پھر ٹھیک ایک بجے نماز ظہر و عصر باجماعت ادا کی گئی۔ نماز کے بعد تمام احباب کھانے کے لئے صف آراء رہے۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ ہمارے ساتھ وہاں پر موجود محکمہ انہار کے ملازم اور ان کے ساتھی بھی کھانے میں شریک ہوئے۔

کھانے کے بعد پروگرام کے مطابق مزاح اور لطائف پر مشتمل محفل ہوئی۔ اس مجلس کی میزبانی کے فرائض مکرم

نصیر احمد صاحب انجم مہتمم تجنید نے ادا کئے۔ میزبان نے ایک لطیفہ سنا کر لطائف کی شروعات کر ڈالیں۔ پھر اکثر احباب نے اس میں حصہ رسدی ڈالا یوں شرکاء پکنک کو مختلف اور اچھوتی اور نادر خبروں کے ساتھ بہت ہی دلچسپ لطائف سننے کو ملے۔ یہ مجلس قریباً ایک گھنٹہ جاری رہی اور خوب پر لطف رہی۔

مذکورہ پروگرام کے بعد پھر نہانے کے لئے احباب چلے گئے لیکن نہانے میں اس مرتبہ کچھ کم گہما گہمی تھی۔ نازک طبع اور قیلولہ کے عادی دریوں پر ہی دراز ہو گئے تاہم نہر کے پانی سے محظوظ ہونے کا شغل اکثریت نے جاری رکھا۔

ساڑھے چار بجے تمام احباب کو واپس بلایا گیا اور صفوں میں ترتیب سے دریوں پر بٹھا دیا گیا اور پھر ان کی خدمت میں موسم گرما کا لذیذ پھل "چونسہ آم" پیش کیا گیا۔ اس کے ساتھ دودھ کی لسی "زبردستی" پلانے کی کوشش کی گئی۔ کہتے ہیں لڑائی اور لسی میں اضافہ کرنے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ اسی کہاوت پر عمل کرتے ہوئے ہم نے دودھ میں وہ پانی پلانے سے بھی گریز نہیں کیا جو ابھی پوری طرح صاف نہ تھا اور ابھی کچھ گدلا تھا۔ اس پانی کا قصہ کچھ یوں ہے کہ جب پکنک سپاٹ کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ نہر کے کنارے لگا ہوا نلکا آب حیات دینے سے قاصر ہے اور زندگی کی سیرابی پانی کے بغیر ممکن نہیں۔ محترم صدر صاحب نے اس مشکل کا حل یوں نکالا کہ ایک عدد نلکا خدام الاحمدیہ کی طرف صدقہ جاریہ کے طور پر وہاں نصب کرنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ پکنک سے دو تین روز قبل ہی نلکا لگا دیا گیا کارکنان نے بہت زور آزمائی کی تب جا کر کچھ قابل استعمال حالت میں پانی کی صورت سامنے آئی لیکن پھر بھی مکمل صاف نہ تھا۔ اس امر میں بھی کوئی شبہ نہ تھا کہ پانی اس قدر ٹھنڈا تھا کہ برف ڈالنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

شام پانچ بجے واپس روانگی کا وقت تھا۔ قافلہ کی روانگی کا عمل شروع کر دیا گیا۔ محترم صدر صاحب نے اجتماعی دعا کروائی اور تمام قافلہ بخیرو عافیت تمام دن کی دلچسپیوں، دلفریبیوں، خوشیوں اور رعنائیوں کو لئے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو لوٹا۔ وہ یادیں، معصوم شرارتیں اور وہ نوک جھونک اب بھی ذہنوں میں تازہ ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے تمام پروگراموں کو اپنے فضلوں اور رحمتوں کے ساتھ جلاء بخشتا رہے اور اپنی ان گنت برکتیں نازل فرماتا رہے۔ آمین۔

آگے قدم بڑھائے جا

☆ شعبہ تربیت

سال 96-1995ء میں جن اضلاع و علاقہ جات کو نمایاں تربیتی کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ان علاقہ جات و اضلاع کے نام دعا کے لئے تحریر کئے جا رہے ہیں تا خدام بھائی ان اضلاع و علاقہ کے لئے دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں غیر معمولی برکت ڈالے اور آئندہ بھی مقبول خدمت اور احسن تربیت کے کام کرنے کی توفیق پائیں۔ نیز ان کے لئے بھی دعا کریں جو امسال کسی وجہ سے شعبہ تربیت میں نمایاں کارکردگی نہ دکھا سکے اللہ تعالیٰ آئندہ سال ان کو بھی نمایاں کام کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

علاقہ جات

گوجرانوالہ 'بلوچستان' ڈیرہ غازیخان

اضلاع

قصور' میرپور کشمیر' جہلم' راجن پور' منڈی بہاؤالدین' سیالکوٹ' جھنگ' رحیم یار خان' اوکاڑہ' پشاور' اٹک' مظفر آباد' کوٹلی' مردان' چکوال' اسلام آباد' خوشاب' لیہ' راولپنڈی' فیصل آباد' بہاولنگر اور کوئٹہ

☆ شعبہ تعلیم

1996ء کا سال عالمگیر جماعت احمدیہ میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" کی سو سالہ سالگرہ کے طور پر منایا جا رہا ہے۔ اس مناسبت سے قیادت علاقہ لاہور نے "اسلامی اصول کی فلاسفی" پر کوئز مقابلہ کا اہتمام کیا۔ یہ پروگرام ۲۳ اگست 1996ء کو علاقائی بنیاد پر دارالذکر لاہور میں منعقد ہوا۔ اس مقابلہ میں کل 14 اضلاع میں سے 12 علاقہ جات کی ٹیموں نے شرکت کی۔ ہر ٹیم 3 خدام پر مشتمل تھی۔ کوئز مقابلہ تین راؤنڈ پر مشتمل تھا۔ کوالیفائنگ راؤنڈ سیمی فائنل اور فائنل مقابلہ۔ حتمی نتائج کے اعتبار سے پوزیشن یہ رہی۔

اول: علاقہ کراچی دوم: علاقہ گوجرانوالہ سوم: علاقہ لاہور

ان ٹیموں کے ممبران کو حوصلہ افزائی کے 9 انعامات بھی دیئے گئے۔ تمام شرکاء کو سند شرکت اور پوزیشن حاصل کرنے والوں کو سند امتیاز دی گئی۔ مقابلہ جات صبح 8 بجے شروع ہو گئے۔ فائنل مقابلہ بعد نماز مغرب منعقد ہوا جس کے بعد تقسیم انعامات کی تقریب تھی جس کی صدارت مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے فرمائی۔ اور خطاب کے بعد انعامات تقسیم فرمائے۔ مرکز سے مکرم مہتمم صاحب تعلیم، مکرم مہتمم صاحب اطفال اور قائدین علاقہ میں سے مکرم قائد صاحب علاقہ سرگودھا نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

مقابلہ سے ایک دن پہلے لاہور اور اس کے ماحول میں سخت بارشیں شروع ہو گئیں تھیں اور لاہور میں سیلاب کا ماحول تھا۔ مگر راستوں کی سخت خرابی کے باوجود خدام اور دیگر مہمانان نے بڑی مشقت اٹھا کر ذوق و شوق کے ساتھ اس پروگرام میں شرکت کی۔ سوالات کی تیاری اور کمپیئرز کے فرائض مکرم مربی صاحب ضلع کی سرکردگی میں مربیان اور دیگر اہل علم حضرات نے سرانجام دیئے۔ اس پروگرام کے نگران قائد علاقہ لاہور مکرم عبدالوحید خادم صاحب اور ناظم اعلیٰ مکرم اظہر محمود صاحب ناصر ناظم تعلیم علاقہ تھے۔ جن کے ساتھ خدام کی ایک بڑی ٹیم نے معاونین کے فرائض سرانجام دیئے۔ اللہ تعالیٰ سب خدمت کرنے والوں کو جزائے خیر دے۔ آمین

☆ شعبہ صحت جسمانی

1۔ مجلس پشاور شہر کی ٹیم نے اپنی ہمسایہ مجلس پشاور خیبر ٹیم سے ایک دوستانہ کرکٹ میچ حیات آباد سپورٹس کمپلیکس میں کھیلا دونوں ٹیموں نے ایک سخت مقابلے کے بعد 127 اور 127 رنز 9 وکٹوں پر بنائے۔ 2۔ چونڈہ ضلع سیالکوٹ کی مجلس کے خدام باقاعدگی کے ساتھ بعد نماز فجر فٹ بال اور کرکٹ کھیل رہے ہیں۔ 3۔ ناظم صحت جسمانی ربوہ اطلاع دیتے ہیں کہ ۲۶ مئی ۹۶ء کو آل ربوہ باسکٹ بال ٹورنامنٹ فضل عمر باسکٹ بال گراؤنڈ میں منعقد ہوا۔ اس میں خدام کی ۱۶ ٹیموں نے اور اطفال کی ۱۲ ٹیموں نے حصہ لیا۔ رحمت بلاک (ب) نے فائنل میچ جیت لیا اس میچ کے مہمان خصوصی مکرم چوہدری محمد علی صاحب تھے۔

آل ربوہ والی بال ٹورنامنٹ بھی منعقد کیا گیا اس میں ۱۲ ٹیموں نے حصہ لیا۔ فائنل میچ رحمت بلاک (الف) نے جیت لیا۔ اس میچ کے مہمان خصوصی مکرم میجر عبدالقادر صاحب صدر مجلس صحت تھے۔

آل ربوہ ہارڈ بال کرکٹ ٹورنامنٹ مجلس دارالشکر ربوہ نے انڈر ۱۸ منعقد کروایا۔ اس ٹورنامنٹ میں آٹھ ٹیموں نے حصہ لیا فائنل میچ رحمت بلاک (الف) نے جیت لیا۔

اس طرح مئی میں مجلس مقامی ربوہ کے تعاون سے 4 ٹورنامنٹس منعقد ہوئے۔ ان میں 56 ٹیموں کے 560 کھلاڑیوں نے شرکت کی۔ فالحمد للہ علی ذالک

ایم ۔ ٹی ۔ اے کی

چوبیس گھنٹے کی نشریات

شروع ہونے پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ

اور عالمگیر جماعت احمدیہ کی خدمت میں

دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں

KINGCRETE BUILDRES

(PVT) LTD.

RAWALPINDI

محترم شیخ مبارک محمود صاحب پانی پتی انتقال کر گئے!

احبابِ جماعت کو افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دیرینہ اور مخلص خادم محترم شیخ مبارک محمود صاحب پانی پتی ۲۸ ستمبر ۱۹۹۶ء کو صبح دو بجے رشید ہسپتال ڈیفنس لاہور میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر قریباً ۶۵ سال تھی محترم شیخ مبارک محمود صاحب پر ۲۴ روز قبل برین ہیمرج اور فالج کا حملہ ہوا تھا جس کے بعد وہ بیہوش ہو گئے اور ۲۴ روز کی مسلسل بیہوشی کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اس دوران ان کے سر کا اپریشن بھی کیا گیا بظاہر اپریشن کامیاب رہا مگر آپ جانبر نہ ہو سکے۔

محترم شیخ مبارک محمود صاحب پانی پتی کا جنازہ ۲۸ ستمبر ۱۹۹۶ء کو صبح ساڑھے نو بجے دارالذکر لاہور میں محترم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد دعوتِ الی اللہ نے پڑھایا جس میں اہلِ لاہور کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ بعد ازاں ان کا جسدِ خاکی ربوہ لایا گیا جہاں بیت المبارک میں بعد نمازِ عصر محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخِ احمدیت نے جنازہ پڑھایا۔ اہلِ ربوہ کی ایک بڑی تعداد جنازہ میں شامل تھی۔ محترم مولانا نے محترم شیخ صاحب کی وفات کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ محترم شیخ مبارک محمود صاحب اگرچہ واقفِ زندگی نہیں تھے لیکن انہوں نے عملاً ساری زندگی بطور واقفِ زندگی گذاری۔ جنازہ کے بعد میت کو بہشتی مقبرہ لے جایا گیا جہاں تدفین مکمل ہونے کے بعد محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح و ارشاد نے دعا کرائی۔

محترم شیخ مبارک محمود صاحب پانی پتی حضرت شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے لمبا عرصہ تصنیف اور طباعت کے شعبہ میں جماعتِ احمدیہ کی گرانقدر خدمات سر انجام دیں۔ اس کے علاوہ پریس سے رابطہ اور خدمتِ خلق کے متعدد میدانوں میں خدمات سر انجام دیتے رہے۔ جوانی میں آپ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے انتہائی فعال کارکنان میں شمار ہوتے تھے۔

آپ نے اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ دو بیٹے شیخ طارق محمود صاحب پانی پتی ۲۵ سی لوئر مال لاہور اور شیخ خالد محمود صاحب پانی پتی نیز چار بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

احبابِ جماعت سے محترم شیخ صاحب کی بلندیٔ درجات اور لواحقین کو صبرِ جمیل عطا ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

"بائیوپولیمرز" (BIOPOLYMERS)

(محمد صائم احمد۔ انجنیئرنگ یونیورسٹی لاہور)

اپنی کم قیمت اور کم وزن مگر مضبوطی کی وجہ سے گزشتہ دہائیوں سے زندگی کے مختلف شعبوں میں پلاسٹک کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے۔ لیکن بڑھتے ہوئے استعمال کے ساتھ ساتھ انسانی صحت اور ماحول پر پلاسٹک کے منفی اثرات بھی بہت بڑھ گئے ہیں۔

پلاسٹک بنیادی طور سے پٹرولیم سے حاصل شدہ ہائیڈرو کاربن سے تیار ہوتا ہے جو کہ ایک بہت زہریلا مادہ ہے اور بہت کم درجہ حرارت پر پگھل جاتا ہے۔ چنانچہ جب پلاسٹک کے بنے ہوئے تھیلوں میں کھانے پینے کی گرم اشیاء ڈالی جاتی ہیں تو یہ ہائیڈرو کاربن پگھل کر کھانے پینے کی اشیاء میں شامل ہو کر اسے زہریلا کر دیتے ہیں اور کئی خطرناک بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

پلاسٹک کے تھیلوں کے کثرت استعمال کے باعث کوڑے کرکٹ میں بہت زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ پلاسٹک بیگ ہوا سے اڑ کر ادھر ادھر بکھر جاتے ہیں اور ماحول کو گندا کرتے ہیں۔ درختوں اور پودوں میں اڑ کر یہ ان کی نشوونما پر برا اثر ڈالتے ہیں۔ سیورج کی نالیوں میں پھنس کر یہ بیگ گندے پانی کے اخراج میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور سیورج کے مسائل میں بے حد اضافہ کرتے ہیں۔ پلاسٹک چونکہ پانی میں حل نہیں ہوتے لہٰذا انہیں تلف کرنا بہت مشکل کام ہے۔ اگر انہیں جلایا جائے تو یہ فضا میں زہریلی گیسیں خارج کرتے ہیں اور اگر انہیں زمین میں دبایا جائے تو یہ زمین کی زرخیزی پر نہایت برے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ان تمام مسائل کی بڑھتی ہوئی سنگینی کے پیش نظر دنیا بھر میں سرکاری و غیر سرکاری سطح پر ان مسائل کے حل کے لئے کوششیں کی جا رہی ہیں۔

چنانچہ اب سائنسدانوں نے اس کا حل یہ تلاش کیا ہے کہ میٹیریلز (MATERIALS) کی دنیا میں ایک انقلاب لایا جائے اور پٹرولیم سے حاصل شدہ پلاسٹک کی بجائے زراعت سے حاصل شدہ مختلف مادے استعمال کئے جائیں جیسے مکئی یا آلو یا ایسے فالتو مادے جو فوڈ پراسسنگ (FOOD PROCESSING) سے حاصل ہوں۔

ان نئے "بائیوپولیمرز" (BIOPOLYMERS) کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہوگی کہ پلاسٹک کی طرح یہ بھی کم قیمت ہوں گے۔ ان کی تیاری کے لئے کوئی نئی مشینری نہیں بنانی پڑے گی بلکہ یہ انہی مشینوں پر بنائے جاسکیں گے جو آج کل کھانے پینے کے ڈسپوزیبل (DISPOSEBELE) برتن مثلاً کاغذ کے گلاس، پلیٹیں وغیرہ بنانے میں استعمال ہوتی ہیں۔ ان

بائیو پولیمرز کی سب سے بڑی خصوصیت جو اسے پلاسٹک سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ بائیو پولیمرز آسانی سے تلف کئے جاسکتے ہیں۔ ان کا ماحول پر کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا۔ طبعی اور میکانکی خصوصیات میں یہ بائیو پولیمر پلاسٹک سے ملتے جلتے ہوں گے۔

اپنی انہی خصوصیات کی وجہ سے یہ بائیو پولیمر صنعتی اور ترقی پذیر دونوں ممالک کے لئے بہت پر کشش ہیں۔ صنعتی ممالک میں پلاسٹک ترک کرکے بائیو پولیمر استعمال کرنے سے بہت سے کچرے کو کھاد میں تبدیل کیا جائے گا اور ترقی پذیر ممالک میں جہاں کھلی فضا میں کوڑے کے ڈھیر پڑے رہتے ہیں اور فضائی آلودگی کا سبب بنتے ہیں بائیو پولیمر استعمال کرنے سے کوڑے میں موجود زہریلی کاربن جو پلاسٹک کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے سے نجات مل سکتی ہے اور کوڑے کرکٹ کو زمین کی زرخیزی کے لئے بطور کھاد بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

امریکہ کی بہت سی بڑی بڑی کمپنیاں اس نئے مٹیریل کی ترقی اور تجارتی پیمانے پر تیاری کے لئے سرمایہ کاری کر رہی ہیں جس سے پٹرولیم اور کیمیکل کی صنعتوں سے جہاں پلاسٹک تیار ہوتا ہے پیدا ہونے والے زہریلے فضلے کا اخراج بھی کم ہو جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں بائیو پولیمر خام مال، تیاری، استعمال اور تلفی کے مراحل میں پلاسٹک کے مقابلے میں ماحول کے لئے بہت مفید ہیں۔

استعمال شدہ بائیو پولیمر کو نہ صرف کھاد میں تبدیل کیا جاسکتا ہے بلکہ یہ خشکی اور سمندر میں کوڑے کرکٹ سے پیدا ہونے والے بہت سے مسائل سے نجات دلاتے ہیں۔ یہ بائیو

بقیہ صفحہ 66 پر

بقیہ از صفحہ 72

کوٹ۔ محمود آباد فارم ضلع عمرکوٹ۔ مردان شہر۔

علاقائی قیادت

قیادت علاقہ بلوچستان نے تین کیمپس منعقد کئے۔

قیادت علاقہ سندھ قیادت علاقہ فیصل آباد اور قیادت علاقہ راولپنڈی نے اپنے اضلاع میں کیمپس کے انعقاد میں تعاون پیش کیا۔

بلڈ گروپنگ

خدام کی بلڈ گروپنگ کے سلسلہ میں ضلع عمرکوٹ سندھ مجلس کریم نگر فیصل آباد، مجلس وحدت کالونی لاہور اور مجلس مقامی ربوہ نے نمایاں کام کیا۔

دوسرا ہفتہ خدمت خلق

۲۰ جولائی تا ۲۶ جولائی ۱۹۹۶ء دوسرا ہفتہ خدمت خلق منعقد کیا گیا جس میں درج ذیل مجالس نے نمایاں خدمت کی توفیق پائی۔

فیکٹری ایریا شاہدرہ لاہور۔ فضل عمر فیصل آباد۔ سول لائن گوجرانوالہ۔ وحدت روڈ لاہور۔ دارالحمد فیصل آباد۔ نواب شاہ سندھ۔ اسلام آباد غربی۔ کریم نگر فیصل آباد۔ دارالذکر لاہور۔ قیادت ضلع گجرات۔ راہوالی ضلع گوجرانوالہ۔ منڈی بہاؤالدین شہر۔ خوشاب شہر۔

منہ از بہرِ ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

پاکستان بھر میں مجالس خدام الاحمدیہ کی خدمت خلق خدا کا جائزہ

(مرتبہ: ڈاکٹر عبد الخالق صاحب خالد مہتمم خدمت خلق)

فری میڈیکل کیمپس

پاکستان کے 32 اضلاع میں شعبہ خدمت خلق کے تحت فری میڈیکل کیمپس کا انعقاد جاری ہے جس کے تحت ان اضلاع کے مستحق افراد کو کسی امتیاز کے بغیر مفت علاج معالجہ کی سہولتیں مہیا کر جاتی ہیں۔ یکم نومبر 1996ء سے 30 اگست 1996ء تک موصول ہونے والی رپورٹس کے مطابق اس خدمت کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

ضلع اسلام آباد نے ۹۱ کیمپس میں ۱۶۰۰ مریضوں کو مبلغ ۱۵۰۰۰ روپے کی ادویات فراہم کیں۔

قیادت شہر و ضلع بہاولپور نے ۱۰ کیمپس میں ۱۳۰۲ مریضوں کو مبلغ ۹۷۵۰ روپے کی ادویات فراہم کیں۔

قیادت ڈیرہ غازیخان شہر و ضلع نے ۱۲ کیمپس میں ۱۰۸۲ مریضوں کو علاج معالجے کی سہولت فراہم کی۔

ضلع سرگودھا نے ۱۶ کیمپس میں ۲۰۵۰ مریضوں کو مبلغ ۱۰،۰۰۰ روپے کی ادویات فراہم کیں۔

مجلس مقامی ربوہ نے ۲۹ کیمپس میں ۵۳۴۱ مریضوں کو مبلغ ۴۶۱۲۵ روپے کی ادویات فراہم کیں۔

قیادت ضلع عمرکوٹ نے ۳۵ کیمپس میں ۳۲۷۹ مریضوں کو مبلغ ۳۸۱۰۰ روپے کی ادویات دیں۔

قیادت ضلع کراچی نے ۲۷ کیمپس میں ۷۲۳۰ مریضوں کو مبلغ ۳۹۳۳۵ روپے کی ادویات دیں۔

قیادت ضلع فیصل آباد نے ۴۱ کیمپس میں ۷۲۶۳ مریضوں کو مبلغ ۸۱۳۸۱ روپے کی ادویات دیں۔

قیادت ضلع لاہور نے ۱۷ کیمپس میں ۷۴۷۶ مریضوں کو مبلغ ۴۶۲۳۰ روپے کی ادویات فراہم کیں۔

ضلع گوجرانوالہ نے ۳۷ کیمپس میں ۱۶۷۳ مریضوں کو مبلغ ۱۰۶۱۰ روپے کی ادویات مہیا کیں۔

ضلع منڈی بہاؤالدین نے ۱۰ کیمپس میں ۷۰۰ مریضوں کو ۵۳۰۰ روپے کی ادویات مہیا کیں۔

ضلع نارووال نے ۲۷ کیمپس میں ۱۵۳۵ مریضوں کو ۱۰۹۴۹ روپے کی ادویات دیں۔

درج ذیل مجالس نے فری میڈیکل کیمپس میں نمایاں خدمت کی توفیق پائی۔

مجلس نارتھ کراچی نے ۲۱ کیمپس منعقد کئے۔ ۱۵۰۸ مریضوں کو ۱۸۰۸۵ روپے کی ادویات دیں۔

سول لائن گوجرانوالہ نے ۲۳ کیمپس منعقد کئے۔ ۹۰۵ مریضوں کو ۵۰۹۵ روپے کی ادویات دیں۔

کریم نگر فیصل آباد نے ۱۲ کیمپس منعقد کئے۔ ۱۴۵۲ مریضوں کو ۲۷۴۶۰ روپے کی ادویات دیں۔

اسلام آباد غربی نے ۱۱ کیمپس منعقد کئے۔ ۷۹۵ مریضوں کو ۸۴۹۰ روپے کی ادویات دیں۔

سلطانپورہ لاہور نے ۱۳ کیمپس منعقد کئے۔ ۱۲۸۷ مریضوں کو ۱۴۰۵۰ روپے کی ادویات دیں۔

باغبانپورہ لاہور نے ۱۴ کیمپس منعقد کئے۔ ۱۷۴۳ مریضوں کو ۶۷۱۵ روپے کی ادویات دیں۔

درج ذیل اضلاع میں فری میڈیکل کیمپس کا انعقاد شروع ہو چکا ہے۔

اوکاڑہ۔ بدین۔ بھکر۔ بہاولنگر۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ ٹھٹھ۔ چکوال۔ جہلم۔ جھنگ۔ سانگھڑ۔ حیدر آباد۔ خوشاب۔ راولپنڈی۔ رحیم یار خان۔ گجرات۔ ملتان۔ لیہ۔ میرپور خاص سندھ۔ مردان۔ نواب شاہ۔

درج ذیل مجالس میں فری میڈیکل کیمپس منعقد کئے جا رہے ہیں۔

فیصل آباد:۔ قیادت دارالذکر۔ فضل عمر۔ دارالفضل۔ دارالنور۔ کریم نگر۔ دارالحمد۔ کرتارپور۔ چک ۶۹ رب گھسیٹ پورہ۔ چک ۲۷۵ رب

گوجرانوالہ:۔ نوکھر۔ تلونڈی کھجوروالی۔ نوشہرہ ورکاں۔ ترگڑی۔ تلونڈی موسیٰ خان۔ سول لائن۔ راہوالی۔ منڈیالہ وڑائچ۔

ضلع گجرات:۔ لنگے۔ منڈی بہاؤالدین شہر۔ مجلس شاہ تاج شوگر مل۔

ضلع لاہور:۔ سلطانپورہ۔ اسلام پورہ۔ وحدت کالونی۔ بھاٹی گیٹ۔ فیصل ٹاؤن۔ سمن آباد۔ شالامار ٹاؤن۔ ماڈل ٹاؤن۔ علامہ اقبال ٹاؤن۔ باغبانپورہ۔ کینال برگ۔ کیولری گراؤنڈ۔ فیکٹری ایریا شاہدرہ۔ راج گڑھ۔ جنرل ہسپتال۔ ٹاؤن شپ۔ واہ کینٹ۔

ضلع کراچی:۔ مجلس نارتھ کراچی۔ بلدیہ ٹاؤن۔ محمود آباد۔ گلشن احمد۔

متفرق:۔ اسلام آباد غربی ضلع اسلام آباد۔ دارالذکر اوکاڑہ۔ چپ بورڈ ضلع جہلم۔ گی نو ضلع جھنگ۔ شورکوٹ کینٹ ضلع جھنگ۔ دوالمیال ضلع چکوال۔ لطیف آباد ضلع حیدر آباد۔ ڈیرہ غازیخان شہر ضلع ڈیرہ غازیخان۔ مجلس صادق آباد ضلع رحیم یار خان۔ قیادت پشاور روڈ ضلع راولپنڈی۔ قیادت نور ضلع راولپنڈی۔ قیادت سیٹلائٹ ٹاؤن جنوبی ضلع راولپنڈی۔ سانگھڑ شہر ضلع سانگھڑ۔ بھلوال ضلع سرگودھا۔ ۹۹ شمالی ضلع سرگودھا۔ ۱۰۶ ایم ایل فتح پور ضلع لیہ۔ حلقہ بیت السلام ضلع ملتان۔ نوکوٹ سندھ۔ سیٹلائٹ ٹاؤن ضلع میرپور خاص سندھ۔ سرگودھا شہر ضلع سرگودھا۔ کنری ضلع عمر

بقیہ صفحہ 69 پر

اعلانِ ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم عبدالحلیم صاحب سحر مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو مورخہ ۹/۲۳/۹۶ کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود محترم قریشی عبدالغنی صاحب مرحوم محلہ دارالرحمت غربی ربوہ کا پوتا اور محترم ملک غلام حبیب صاحب دارالصدر غربی ربوہ کا نواسہ ہے۔ نومولود وقفِ نَو کی مبارک تحریک میں شامل ہے۔

احبابِ جماعت سے نومولود کی درازیٔ عمر اور خادمِ دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

اعلانِ ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم شبیر احمد صاحب ثاقب مہتمم وقارِ عمل مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو مورخہ ۹/۹/۹۶ کو تیسرے بیٹے سے نوازا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت نومولود کا نام تاثیر احمد تجویز فرمایا ہے۔ نومولود مکرم چوہدری نواب خاں صاحب مرحوم آف مرالہ ضلع منڈی بہاؤالدین کا پوتا اور مکرم چوہدری غلام باری باجوہ صاحب مرحوم آف چونڈہ حال دارالبرکات ربوہ کا نواسہ ہے۔

احبابِ جماعت سے نومولود کی درازیٔ عمر اور خادمِ دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

تقریبِ شادی

خدا تعالیٰ کے فضل سے مکرم لطیف احمد صاحب طاہر (ابن مکرم صوبیدار چوہدری محمد شریف صاحب صدر محلہ دارالفتوح ربوہ) کارکن شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی شادی مورخہ ۹/۴/۹۶ کو عمل میں آئی اور مورخہ ۹/۵/۹۶ کو دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا گیا جس میں محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان، ممبران مجلسِ عاملہ و کارکنان مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اور کثیر تعداد میں احبابِ جماعت نے شرکت کی۔

مکرم لطیف احمد صاحب طاہر کے نکاح کا اعلان ۳۱ اگست ۱۹۹۶ء کو محترمہ طیبہ طاہرہ صاحبہ بنت مکرم عبدالغفار صاحب شاکر (میموریل فوٹو سروس) عقب فضلِ عمر ہسپتال ربوہ کے ہمراہ بیس ہزار روپے حق مہر پر محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے بیت المبارک ربوہ میں فرمایا۔

احبابِ جماعت کی خدمت میں اِس شادی کے بابرکت اور مثمر ثمراتِ حسنہ ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

فری میڈیکل کیمپ مجلس خدام الاحمدیہ طاہر آباد ربوہ کی چند تصاویر

۱

۲

۳

تصویر نمبر ۲، ۳ میں محترم ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب ناظم خدمتِ خلق مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ مصروفِ خدمت ہیں

Monthly Khalid Rabwah

REGD. NO. L5830 Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz October 1996
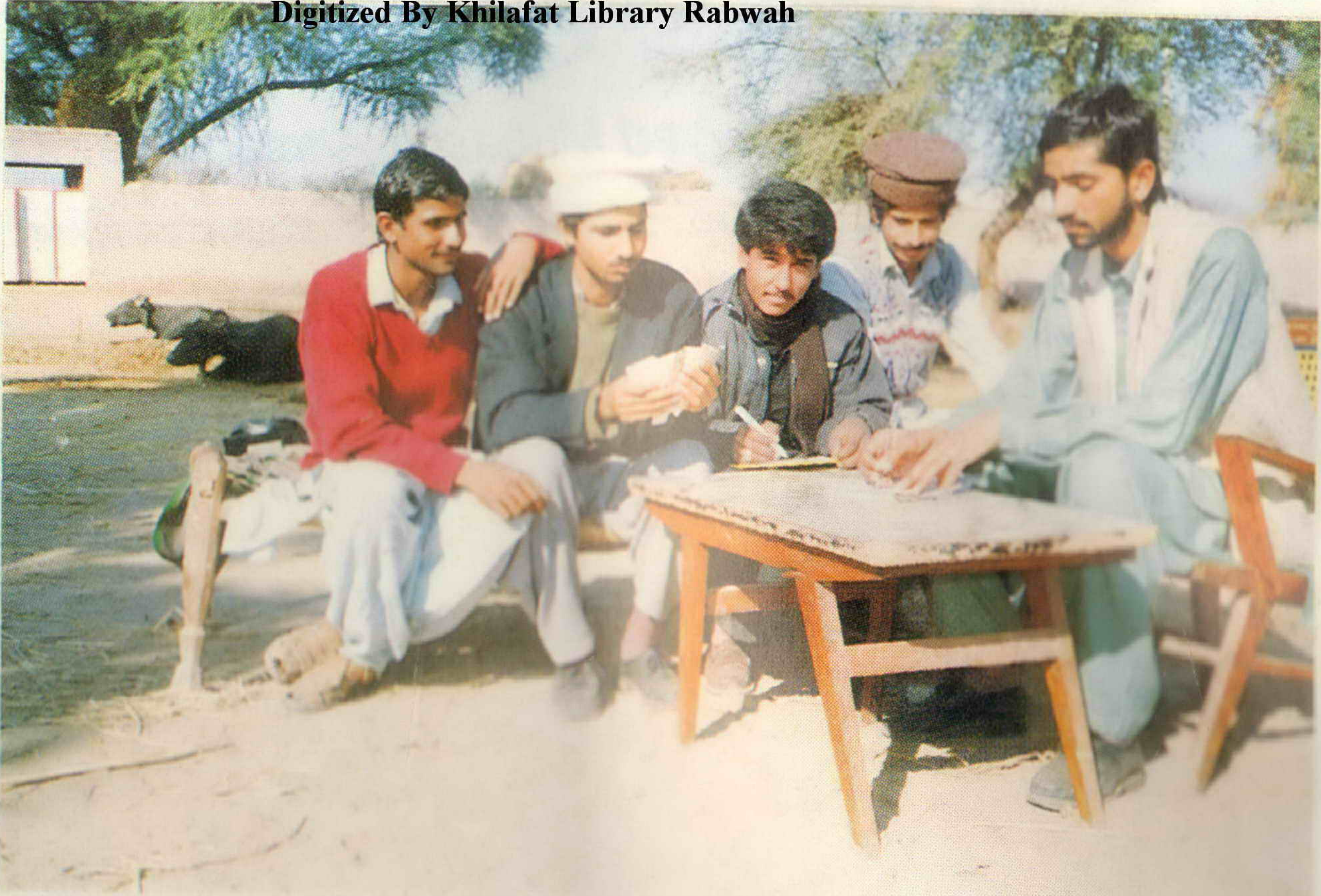
مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۹۶ء کو محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان مجلس خدام الاحمدیہ ضلع فیصل آباد کے سالانہ اجتماع کی اختتامی تقریب میں شمولیت کے لئے محترم شیخ مظفر احمد صاحب قائمقام امیر جماعتِ احمدیہ ضلع فیصل آباد اور مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب ناصر قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع فیصل آباد کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں۔

اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ ضلع فیصل آباد میں شریک کبڈی کی ۲ ٹیمیں